

## الأربعون النووية

للإمام أبي زكريا يحيى بن شرف الدين النووي

# شرح الأربعين نووي

ترجمه وشرح:

عبدالهادي عبدالحق مدني

إعداد وإصدار

مكتب توعية الجاليات بالأحساء قسم البحوث والترجمة

جملہ حقوق محفوظ ہیں

www.muhammadilibrary.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پیش لفظ

انسان کی زندگی کا سب سے بہترین استعمال یہ ہے کہ اللہ کی کتاب قرآن حکیم اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کے پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے میں عمر عزیز کے قیمتی لمحات صرف کئے جائیں۔ قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے معتبر تفسیروں کا مطالعہ اور احادیث کے فہم کے لئے ان کی تشریحات کا دیکھنا مفید ہے۔ احادیث رسول کے مجموعے متعدد عناوین سے مرتب کئے گئے ہیں، جامع، سنن، مسند، مستدرک، جزء، مستخرج وغیرہ، انھیں عناوین میں ایک عنوان اربعین کا بھی ہے۔ اس عنوان کے تحت چالیس ایسی احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن کو باہم مربوط کرنے والی کوئی قدر مشترک ہوتی ہے مثلاً وہ ساری احادیث کسی ایک موضوع پر ہوں یا کسی ایک استاد کی ہوں یا جوامع الکلم میں سے ہوں۔ وغیرہ

امام نووی رحمہ اللہ کی زیر نظر اربعین کی احادیث میں قدر مشترک یہ ہے کہ وہ سب ایسی عظیم اور اہم احادیث ہیں جو دین کی اساسیات اور کلی

تو اعد پر مشتمل ہیں جنہیں اہل علم نے اسلام کا چوتھائی یا تہائی یا آدھا قرار دیا ہے۔ اس مجموعہ کی اسی اہمیت کی بنا پر اہل علم میں اسے بڑی پذیرائی ملی اور اس کی پچاسوں شرحیں لکھی گئیں۔ اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے علماء اور عوام ہر دو طبقے میں یکساں مقبولیت حاصل ہے، شاید یہ مؤلف کے اخلاص کا نتیجہ اور اسی کی برکت ہے کیونکہ مقبولیت اور بقاء ذکر خیر یقیناً اللہ کی جانب سے ہے جس میں بندوں کی اپنی خواہش و تمنا اور جہد و مشقت کا دخل نہیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد اللہ بخشندہ

احساء اسلامک سینٹر نے اربعین نووی کی اسی اہمیت کو دیکھتے ہوئے دنیا کی مختلف زندہ زبانوں میں اس کے ترجمے اور مختصر شرح کی منصوبہ بندی کی، اردو زبان میں اس کے ترجمہ و تشریح کی ذمہ داری مجھنا چیز پر آئی چنانچہ میں نے اسے اپنے لئے ایک سعادت سمجھا اور بلا تاخیر اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے کام شروع کر دیا، مختلف شروحات سے استفادہ کرتے ہوئے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ناسپاسی ہوگی اگر استاذ ڈاکٹر بندر بن نافع بن برکات

العبدلی کی کتاب (الدرر السنیة بفوائد الأربعین النوویة) کا ذکر نہ ہو جس سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

اس شرح کی بعض خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ ہر حدیث کو نئے صفحہ سے شروع کیا گیا ہے اور قول رسول ﷺ کو جلی حروف میں لکھا گیا ہے تاکہ قاری کے لئے سہولت و آسانی ہو۔
- ۲۔ حدیث پر کوئی عنوان دینے کے بجائے اس کا نمبر لکھا گیا ہے کیونکہ ہر حدیث کئی مضمون کی جامع ہے ایسی صورت میں ایک مضمون کے اختیار سے بقیہ موضوعات کا ترک لازم آتا اور اگر عنوان میں کئی موضوعات درج کر دیئے جاتے تو یہ طوالت ایک تو گراں بار ہوتی دوسرے عنوان کے مزاج اختصار کے خلاف ہوتی۔

۳۔ حدیث کے ترجمہ کے بعد فوائد و احکام کا عنوان دے کر نمبر وار نقاط کی شکل میں مسائل و مطالب کو بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ قرآنی آیات پر اعراب لگا دیا گیا ہے نیز سورت کا نام اور آیت نمبر کا حوالہ ذکر کر دیا گیا ہے۔

۵۔ تشریح کے اندر اختصار کے پیش نظر عموماً احادیث کے ترجموں پر

اکتفا کیا گیا ہے لیکن اگر کبھی کسی فائدہ کی خاطر عربی متن کا ذکر کیا گیا ہے تو اس پر بھی اعراب لگا دیا گیا ہے۔

۶۔ چونکہ یہ کتاب عام لوگوں کے لئے لکھی گئی ہے نیز اختصار پیش نظر رہا ہے اس لئے احادیث کی مکمل تخریج اور مفصل حوالوں کے بجائے صرف حدیث کی کتاب کا نام ذکر کر دینے پر اکتفا کیا گیا ہے البتہ احادیث کی صحت کا پورا خیال رکھا گیا ہے، ضعیف اور موضوع احادیث سے کلی احتراز کیا گیا ہے۔

۷۔ خدا، نماز، روزہ وغیرہ جیسے عجمی اصطلاحات سے گریز کر کے ان کے بدلے عربی شرعی اصطلاحات ہی کو باقی رکھا گیا ہے، نیز حضرت، حضور وغیرہ جیسے تصوف سے درآمد کلمات سے بھی اجتناب کیا گیا ہے۔

۸۔ عام فہم، سلیس اور سہل و رواں الفاظ و تراکیب کا استعمال کیا گیا ہے۔ بھاری بھرم، مغلط و پیچیدہ اور مشکل الفاظ نیز بوجھل ترکیبوں سے پرہیز کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کریم سے امید ہے کہ یہ شرح ان شاء اللہ موجودہ صورت میں فی الحال اردو زبان میں پائی جانے والی تمام شروحات سے ممتاز

متوسط حجم کی سب سے بہترین اور عمدہ شرح ہے جس میں نہ اس قدر اختصار ہے کہ ضروری مطالب بھی نہ آسکیں اور نہ اس قدر تطویل ہے کہ اکتاہٹ پیدا ہو جائے۔

ہر مسلمان کو یہ بات معلوم ہے کہ کمال صرف اللہ وحدہ لا شریک کے لئے ہے۔ انسان نہ خطا و نسیان سے محفوظ ہے اور نہ عیوب و نقائص سے مبرا، لہذا محترم قارئین سے گزارش ہے کہ اس شرح کے اندر جو چیز بھی قابل ملاحظہ محسوس فرمائیں مطلع کر کے مشکور ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے بھی اصل کتاب کی طرح دنیا میں مقبولیت کی نعمت سے سرفراز فرمائے اور آخرت میں میزان عمل کو وزنی کرنے کا ذریعہ بنائے۔ آمین

طالب دعا

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

داعی احساء اسلامک سینٹر سعودی عرب

## تقریظ

بسم الله والحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله و بعد:  
 اربعین نووی کا زیر نظر ترجمہ اور شرح ہمارے فاضل اور قابل احترام بھائی  
 شیخ عبدالہادی عبدالحالق مدنی حفظہ اللہ نے کیا ہے۔ موصوف کے ساتھ ہمارا  
 برادرانہ تعلق جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ ہی سے رہا ہے کہ جہاں آپ ہمارے کرم فرما  
 شیخ عبدالعزیز حفظہ اللہ کے ہم جمعیت رہ چکے ہیں۔

اس پوری کتاب کو میں نے انہماک سے حرفاً حرفاً پڑھا اور الحمد للہ بہت ہی  
 عام فہم، سلیس اور درست و مفید پایا۔ جہاں کہیں میں نے تبدیلی کی ضرورت محسوس  
 کی اس کا موصوف کو مشورہ دیا اور اگر کہیں طبعاً غلطی کی کمی زیادتی تھی تو وہاں سرخ  
 قلم کے ذریعے نشان لگا دیئے ہیں۔

اللہ کرے کہ بھائی کی یہ کاوش برآور اور ان کے لئے باعث نجات اور  
 ثواب دارین اور قارئین کے واسطے مشعل راہ بنے۔ فرمودات رسول ہی تفسیر کلام  
 الہی اور اساس دین ہیں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

والسلام

خیر اندیش / محمد عالم نذیر احمد السلفی

المکتب التعاونی، جالیات السوق الدمام



# فہرست

صفحہ	حدیث نمبر	صفحہ	حدیث نمبر
20	حدیث ۲-	16	حدیث ۱-
33	حدیث ۴-	29	حدیث ۳-
41	حدیث ۶-	39	حدیث ۵-
51	حدیث ۸-	45	حدیث ۷-
58	حدیث ۱۰-	54	حدیث ۹-
64	حدیث ۱۲-	62	حدیث ۱۱-
68	حدیث ۱۴-	66	حدیث ۱۳-
77	حدیث ۱۶-	73	حدیث ۱۵-
83	حدیث ۱۸-	81	حدیث ۱۷-
96	حدیث ۲۰-	88	حدیث ۱۹-
101	حدیث ۲۲-	98	حدیث ۲۱-

109	حدیث-۲۴	104	حدیث-۲۳
122	حدیث-۲۶	117	حدیث-۲۵
129	حدیث-۲۸	126	حدیث-۲۷
145	حدیث-۳۰	135	حدیث-۲۹
153	حدیث-۳۲	149	حدیث-۳۱
157	حدیث-۳۴	155	حدیث-۳۳
169	حدیث-۳۶	161	حدیث-۳۵
178	حدیث-۳۸	174	حدیث-۳۷
185	حدیث-۴۰	182	حدیث-۳۹
190	حدیث-۴۲	188	حدیث-۴۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقدمہ امام نووی رحمہ اللہ

ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ رب العالمین کے لئے جو آسمانوں اور زمینوں کا سنبھالنے والا، تمام مخلوقات کی تدبیر کرنے والا، قطعی دلائل اور واضح براہین کے ساتھ بندوں کی ہدایت اور دین و شریعت کی وضاحت کے لئے رسولوں کا بھیجنے والا ہے۔ میں اس کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد کرتا ہوں اور اس کے مزید فضل و کرم کا طالب ہوں۔ اور شہادت دیتا ہوں کہ واحد قہار اور کریم و غفار اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اس کے حبیب اور خلیل ہیں، مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔ قرآن مجید عطا فرما کے آپ کو عزت بخشی گئی جو صدیاں گزرنے کے باوجود ایک باقی رہنے والا معجزہ ہے، اور آپ کی احادیث اور سننیت رشد و ہدایت کے متلاشیوں کے لئے مینارۂ نور ہیں، آپ کو جامع کلمات اور آسان دین سے سرفراز فرمایا گیا، آپ پر اور تمام نبیوں اور رسولوں پر اللہ کی سلامتی اور اس کی رحمتیں نازل ہوں اور ہر ایک کے آل پر اور سارے نیک بندوں پر۔ اُما بعد!

طرق کثیرہ اور روایات متنوعہ کے ذریعہ علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابوالدرداء، ابن عمر، ابن عباس، انس بن مالک، ابو ہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کی سندوں سے ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری امت کے لئے اس کے دین کے بارے میں چالیس احادیث محفوظ کر دی اللہ تعالیٰ اسے بروز قیامت علماء اور فقہاء کی جماعت میں مبعوث فرمائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسے عالم اور فقیہ بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ اور ابوالدرداء کی روایت میں ہے کہ میں بروز قیامت اس کا سفارشی اور خواہ رہوں گا۔ اور ابن مسعود کی روایت میں ہے: اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہتے ہو داخل ہو جاؤ۔ ابن عمر کی روایت میں ہے: اس کا نام علماء کی جماعت میں لکھا جائے گا اور شہداء کی جماعت میں اس کا حشر ہوگا۔

مذکورہ حدیث کی بہت سی سندیں ہونے کے باوجود حفاظ حدیث اس کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں لیکن علماء نے اس باب میں بے شمار تصنیفات کی ہیں۔ میرے علم کے مطابق سب سے پہلی تصنیف عبد اللہ بن مبارک کی ہے، پھر عالم ربانی محمد بن اسلم طوسی کی، پھر حسن بن سفیان النسوی، ابوبکر آجڑی، ابوبکر محمد بن ابراہیم اصفہانی، دارقطنی، حاکم، ابونعیم، ابوعبدالرحمن السلمی، ابوسعید المالینی، ابو عثمان الصابونی، محمد بن عبد اللہ

الأصاری، ابوبکر بیہقی، اور ان کے سوا متقدمین و متاخرین میں سے بے شمار لوگوں کی تصانیف ہیں۔

ان ائمہٴ اعلام اور حفاظ اسلام کی اقتدا کرتے ہوئے میں نے بھی چالیس احادیث جمع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا نیز علماء اس بات پر متفق ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔ (حاشیہ ضرور دیکھیں) اس کے باوجود میرا اعتماد اس حدیث پر نہیں ہے بلکہ

حاشیہ: اللہ تعالیٰ امام نووی بر رحمہ فرمائے، انھوں نے فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے جواز پر علماء کا اتفاق نقل تو کر دیا لیکن خود اس پر مطمئن نہیں ہیں اسی لئے فرماتے ہیں کہ میرا اعتماد ان ضعیف احادیث پر نہیں بلکہ فلاں فلاں صحیح احادیث پر ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ ضعیف حدیث پر عملی کے جواز میں علماء کا اتفاق ہے ہی نہیں۔ بہت سے اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ کسی ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں خواہ وہ عقیدہ و احکام سے متعلق ہو یا فضائل اعمال سے۔ علامہ ابن حزم، علامہ ابن العربی اور امام خطابی وغیرہ کی یہی رائے ہے اور یہی رائے سب سے زیادہ درست ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر حدیث فضائل اعمال کی ہو تو چند شرطوں کے ساتھ اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ سخت ضعیف نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کسی اصل عام کے تحت داخل ہو۔ (یعنی اس سے ثابت ہونے والا مسئلہ کسی اصل عام سے ثابت ہو)۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس پر عمل کرتے ہوئے یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ یہ نبی ﷺ سے ثابت ہے تاکہ آپ ﷺ کی جانب کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ کی بات نہیں ہے بلکہ احتیاط کا عقیدہ رکھا جائے۔

صحیح احادیث میں نبی ﷺ کے اس قول پر ہے: تم میں سے حاضر لوگ غائب لوگوں تک پہنچادیں۔ (متفق علیہ)

نیز نبی ﷺ کے اس ارشاد پر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی، اسے یاد رکھا پھر جس طرح سنا تھا اسے پہنچادیا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح قرار دیا ہے)

کچھ علماء نے اصول دین کی چالیس حدیثیں جمع کی ہیں اور بعض نے فروع دین کی، کسی نے بہار کے موضوع پر جمع کی ہیں اور کسی نے آداب کے اور کسی نے خطبات جمع کئے ہیں اور یہ سب نیک مقاصد ہیں اللہ ان کی کاوشیں قبول فرمائے۔

میں نے ان سب سے زیادہ اہم ایسی چالیس احادیث جمع کرنے کا خیال کیا جو ان تمام موضوعات پر مشتمل ہوں اور ہر حدیث دین کا ایک عظیم قاعدہ ہو جس کے بارے میں علماء نے یہ فرمایا ہو کہ اس پر دین کا مدار ہے یا وہ نصف اسلام یا ایک تہائی اسلام ہے یا اسی طرح کی کوئی اور بات کہی گئی ہو۔

ہم ان تمام چالیس احادیث میں صحت کی پابندی کریں گے۔ واضح رہے کہ اکثر احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ہیں۔ ہم نے ان کی سندیں حذف کر دی ہیں تاکہ انھیں یاد کرنے اور ان سے نفع اٹھانے میں باذن اللہ سہولت ہو۔ ہم پھر ایک مستقل باب میں مشکل الفاظ کی شرح کریں گے۔

آخرت کی رغبت رکھنے والے ہر شخص کو ان احایث کا علم حاصل کرنا چاہئے کیونکہ یہ بہت اہم امور پر مشتمل ہیں اور جملہ اطاعت کے کاموں پر متنبہ کرنے والی ہیں اور یہ بات ذرا سا غور کرنے سے ہر شخص پر ظاہر ہے۔

اللہ پر میرا اعتماد ہے۔ میں اسی کو اپنے امور سونپتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں، ہر قسم کی تعریف اسی کے لئے زیبا ہے اور تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور توفیق و عصمت اسی کی طرف سے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حدیث (۱)

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَبِي حَفْصِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِيَ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةً يَنْكِحُهَا فَهِيَ هِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا نَهَا جَرَ إِلَيْهِ

(رواه إماما المحدثين البخارى الجعفى و ابى الحسين مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابورى رضى الله تعالى عنهما فى صحيحهما الذين هما أصح الكتب المصنفة)

ترجمہ:

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی چنانچہ جس شخص کی ہجرت (بہ اعتبار نیت) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے تو اس کی ہجرت (بہ اعتبار انجام بھی) اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے اور جس کی ہجرت (بہ



اعتبار نیت) دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہے تو اس کی ہجرت (باعتبار انجام) اسی چیز کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔ (اس حدیث کی تخریج امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح کتابوں میں کی ہے، واضح رہے کہ یہ دونوں کتابیں تصنیف کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح ہیں)

## فوائد و احکام

- ۱۔ یہ ایک عظیم حدیث ہے، علماء اس کی صحت و قبولیت پر متفق ہیں۔ امام بخاری نے اسی حدیث سے اپنی کتاب کا آغاز کیا ہے۔ اس حدیث پر مدار دین ہے، عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ کا قول ہے: جو شخص کوئی کتاب تصنیف کرے اسی حدیث سے اس کی ابتدا کرے۔
- ۲۔ اس حدیث کے شان و رود کے طور پر ایک مشہور ہے کہ ایک شخص مدینہ کی ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا تھا لیکن اس عورت نے ہجرت کے بغیر شادی کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ اس شخص نے اس عورت سے نکاح کی خاطر ہجرت کی، اسی بنا پر مہاجرام قیس کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ حافظ ابن رجب فرماتے ہیں کہ کسی صحیح سند سے اس کی کوئی اصل ہمیں نہیں ملی۔
- ۳۔ کوئی عمل نیت کے بغیر نہیں ہوتا، انسان پہلے دل میں نیت کرتا ہے پھر اس کو عملی شکل دیتا ہے۔ اسی لئے بعض سلف کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ

ہمیں نیت کے بغیر عمل کا مکلف کرتا تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوتی۔

حدیث کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اعمال کا صلاح و فساد یا رد و قبول اور ثواب و عقاب نیت کے مطابق ہوتا ہے۔

۴۔ ایک مسلمان کو اپنی نیت کی اصلاح و درستگی کی فکر ہمیشہ دامن گیر ہوتی ہے، وہ اپنے ہر عمل میں ایسی ہی نیت کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی قربت اور اس کی جنت نصیب ہونے والی ہو، سلف صالحین کو نیتوں میں اخلاص کی بڑی فکر ہوتی تھی اور وہ اس پر بہت توجہ دیا کرتے تھے۔

نیت اگر نیک ہو تو مہاسات مثلاً کھانا پینا، سونا جاگنا اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا وغیرہ بھی باعث اجر و ثواب ہو جاتے ہیں۔ آدمی اگر کھاتے اور سوتے ہوئے یہ نیت رکھے کہ اس سے اللہ کی اطاعت پر طاقت حاصل ہوگی اور نشاط لوٹ آئے گا تو اس پر ثواب پائے گا۔

۵۔ نیت کی دو قسمیں ہیں ایک اس بات کی نیت کہ وہ کس کی خاطر یہ عمل کرنے جا رہا ہے؟ کیا محض اللہ کی خاطر، اگر ایسا ہے تو اسی کا نام اخلاص ہے جس کے بغیر اللہ کے نزدیک کوئی عمل قابل قبول نہیں، اگر کوئی عمل اللہ کی خاطر نہ ہو بلکہ غیر اللہ کے لئے ہو کسی بت یا ولی کے لئے ہو یا ریا و نمود اور دولت و شہرت وغیرہ کے حصول کے لئے ہو تو وہ عمل اخلاص سے عاری اور شرکیہ ہو جاتا ہے نیز نجات کے بجائے ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔ نیت کی دوسری قسم وہ ہے جس کے ذریعہ عبادت اور عادت میں نیز خود عبادات میں

ایک دوسرے سے تمیز ہوتی ہے مثال کے طور پر غسل کرتے ہوئے بدن کی صفائی کی نیت ہے یا جنابت سے طہارت کی۔ ایسے ہی عبادت کرتے ہوئے فرض کی نیت ہے یا نفل کی۔ وغیرہ

۶۔ نیت کا مقام دل ہے نہ کہ زبان اور اللہ عزوجل کو دلوں کا حال خوب معلوم ہے لہذا نیت کو زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ لفظی نیت شریعت سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے ایک بدعت ہے۔

۷۔ کسی مفہوم کو ذہن سے قریب کرنے کے لئے مثالیں بیان کرنا جائز ہے جس طرح نبی ﷺ نے مثال بیان کر کے یہ وضاحت فرمائی کہ ایک ہی عمل نیت کے مختلف ہونے کی بنا پر اس طرح گناہ یا ثواب بن جاتا ہے۔

۸۔ ہجرت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ہجرت مکانی اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ملک میں اپنے دینی شعائر آزادانہ طور پر ادا نہ کر سکتا ہو تو اس کو چھوڑ کر ایسے ملک چلا جائے جہاں اسے اس کی آزادی حاصل ہو۔

(۲) ہجرت عمل اور وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دے جیسا کہ صحیحین کی ایک مرفوع حدیث میں یہ بات کہی گئی ہے۔

(۳) ہجرت عامل اور وہ یہ ہے کہ بدعتی اور فاسق کو چھوڑ دیا جائے، ان سے ترک تعلق کر لیا جائے حتیٰ کہ وہ اپنی بدعت اور نافرمانی سے باز آجائیں۔

البتہ اگر ان کو چھوڑنے میں مصلحت نہ ہو تو نہ چھوڑا جائے۔

## حدیث (۲)

وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَيَّ رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَيَّ فَخَذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتُصُومَ بِمَضَانٍ وَتُحِجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا قَالَ أَنْ تَلِدَ

الْأُمَّةُ رَبَّتْهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ  
يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبَنِيَانِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ أَتَدْرِي  
مَنْ السَّائِلُ؟ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ  
يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ (رواه مسلم)

ترجمہ:

عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص خوب سفید کپڑوں اور سخت کالے بالوں میں نمودار ہوا، اس پر سفر کا کوئی نشان نہ تھا اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہ تھا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر بیٹھ گیا اور اپنے گھنے آپ کے گھٹنوں سے ٹیک دیئے اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنی دونوں رانوں پہ رکھا اور سوال کیا: اے محمد! آپ مجھے اسلام کے بارے میں بتلائیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور صلاۃ قائم کرو اور زکاۃ دو اور رمضان کا صوم رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر وہاں تک پہنچنے کی تم میں استطاعت ہے۔ اس نے کہا: آپ سچ

فرماتے ہیں۔ ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ خود سوال کرتا ہے اور خود ہی (جواب کی) تصدیق کرتا ہے۔ اس نے پھر کہا: آپ مجھے ایمان کے بارے میں بتلائیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر ایمان لاؤ اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔ اس نے کہا: آپ سچ فرماتے ہیں۔ پھر کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتلائیے؟ آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے ہو تو وہ یقیناً تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا: مجھے قیامت کے بارے میں خبر دیجئے؟ آپ نے فرمایا: جس سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ اس نے کہا: تو اس کی علامات کے بارے میں بتلائیے؟ آپ نے فرمایا: (چند علامات یہ ہیں کہ) لونڈی اپنی آقا (مالکن) کو جنے گی اور تم دیکھو گے کہ ننگے پیر، ننگے بدن، فقیر اور بکریوں کے چرواہے اونچی اونچی عمارتیں بنا کر ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ پھر وہ چلا گیا، میں ایک مدت تک منتظر رہا (پھر ایک دن) نبی ﷺ نے فرمایا: اے عمر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ پوچھنے والا کون تھا؟ میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے

رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ جبریل تھے، تم کو تمہارے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

## فوائد و احکام:

۱۔ یہ حدیث بہت عظیم ہے، ”حدیث جبریل“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے اندر اجمالی طور پر پورے دین کا ذکر ہے اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جبریل تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

۲۔ فرشتے کبھی انسانی شکل اختیار کر کے آتے ہیں۔ نبی ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام بہ کثرت وحی کی شکل میں آیا کرتے تھے۔

۳۔ طالب علم کو اپنے استاد کے سامنے بڑے ادب و احترام کے ساتھ بیٹھنا چاہئے۔

۴۔ اس حدیث میں اسلام کے پانچ ارکان کا بیان ہے جس کی تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

۵۔ اس حدیث میں ایمان اور اسلام کے درمیان فرق کیا گیا ہے، اسلام اعضاء و جوارح کے ظاہری اعمال کو کہا گیا ہے جبکہ ایمان میں قلبی اعمال ذکر کئے گئے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب اسلام و ایمان کو اکٹھا ذکر کیا جائے تو دونوں دو الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں لیکن اگر صرف کسی ایک کا

ذکر ہو تو اس کے اندر دونوں کا مفہوم شامل ہوتا ہے۔ اسی لئے اہل علم کا قول ہے: ”ہر مومن مسلمان ہے اور ہر مسلمان مومن نہیں“ کیونکہ ایمان جس کے دل میں رچ بس جائے گا وہ اسلام کے اعمال ضرور انجام دے گا لیکن جو شخص اسلام کے ظاہری اعمال انجام دے رہا ہے ضروری نہیں کہ اس کا دل ایمان پر پوری طرح مطمئن ہو۔

۶۔ اعمال ایمان میں داخل ہیں، ان کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔

۷۔ ایمان کے چار کان ہیں: (۱) اللہ پر (۲) اس کے فرشتوں پر

(۳) اس کی کتابوں پر (۴) ان کے رسولوں پر (۵) یوم آخرت پر (۶)

تقدیر کی بھلائی اور برائی پر ایمان لانا

ایمان باللہ کے ضمن میں اللہ کے وجود اس کی ربوبیت والوہیت اور

اسماء و صفات پر ایمان لانا داخل ہے۔ یعنی وہ سارے جہان کا پالنہار ہے،

تمام اگلوں پچھلوں کی عبادت کا تنہا مستحق ہے۔ ساتوں آسمانوں کے اوپر

اپنے عرش پر مستوی ہے۔ اپنی ہر چھوٹی بڑی مخلوق اور کائنات کے ذرہ ذرہ کا

اسے علم ہے۔ اس کی نظر سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت

نہیں، اس کے پیارے پیارے نام اور بلند کمالات ہیں جو اس کے شایان

شان ہیں، ہم ان پر ویسے ہی ایمان رکھتے ہیں جیسے اللہ اور اس کے رسول نے

ہمیں خبر دی ہے، نہ اس کی کیفیت بیان کرتے ہیں اور نہ ہی مثال، نہ ہی اس



کی تاویل کرتے ہیں اور نہ ہی تحریف و تعطیل۔

فرشتوں پر ایمان میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اللہ کی ایک مخلوق ہیں، اس کے معزز بندے ہیں، وہ اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں کسی بھی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے، نور سے پیدا کئے گئے ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، کسی اکتاہٹ کے بغیر شب و روز اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں، وہ اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ ان کی گنتی اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ کچھ فرشتوں کے مخصوص کاموں کا ذکر بھی قرآن و حدیث میں آیا ہے ان پر ایمان بھی فرشتوں پر ایمان کا ایک حصہ ہے۔

کتابوں پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے مختلف زمانوں میں مختلف رسولوں پر بہت سی کتابیں نازل فرمائیں، وہ سب حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ ان میں کچھ کتابوں کا نام ہمیں معلوم ہے مثلاً توریت و انجیل و زبور ہم ان پر نام بنام ایمان رکھتے ہیں اور بہت سی کتابوں کا نام معلوم نہیں ہم ان پر مجملاً ایمان رکھتے ہیں۔ نیز یہ ایمان بھی رکھتے ہیں کہ قرآن کریم کے ذریعہ تمام سابقہ کتابیں منسوخ ہو گئی ہیں اور قرآن مجید ان سب پر حاکم اور فیصل ہے۔

رسولوں پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ان کی رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق ہے۔ ایک کی رسالت کا منکر تمام کی رسالت کا منکر مانا

جائے گا۔ سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام اور سب سے آخری رسول محمد ﷺ ہیں۔ جن نبیوں اور رسولوں کا نام ہمیں معلوم ہے ان پر نام بنام ورنہ اجمالی طور پر ایمان رکھنا ہے۔ ان سے متعلق ثابت اور صحیح خبروں پر ایمان لانا ہے اور اپنی طرف بھیجے گئے رسول کی شریعت کے مطابق عمل کرنا ہے۔

یوم آخرت پر ایمان کے ضمن میں ان تمام باتوں پر ایمان لانا داخل ہے جو موت کے بعد قبر کے عذاب و آرام، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا، جزا و حساب اور جنت و جہنم وغیرہ سے متعلق قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔

تقدیر پر ایمان اس بات کو شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ساری چیزوں کا اجمالی اور تفصیلی علم حاصل ہے، اس نے سب کچھ لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے، اس کی مشیت اور چاہت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، نہ کوئی ذرہ اپنی جگہ سے اڑ سکتا ہے اور نہ کوئی پتہ ہل سکتا ہے۔ کائنات کی تمام اشیاء اپنی ذات و صفات اور حرکات ہر اعتبار سے اللہ کی مخلوق ہیں۔

۸۔ احسان کے لفظی معنی ہیں کسی کام کو عمدہ اور بہتر انداز میں کرنا۔

اصطلاح میں احسان کی دو قسمیں ہیں: ایک تو اللہ کی عبادت میں احسان جس کا اس حدیث میں ذکر ہے یعنی اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ یقیناً تم کو دیکھ رہا ہے۔ یعنی بندہ ایسے شوق و رغبت سے اللہ کی عبادت کرے گویا وہ اللہ کو اپنے دل کی آنکھوں سے

دیکھ رہا ہے اور اگر اس کو یہ مقام حاصل نہیں تو یہ یقین لازمی طور پر ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ احسان کی دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کے ساتھ معاملات میں حسن سلوک کا رویہ اپنایا جائے۔ ان کے ساتھ جو دو سخا کیا جائے، ان کی مصیبتوں میں کام آیا جائے، ان سے مسکراہٹ اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملا جائے اور دیگر اعمال خیر انجام دیئے جائیں۔

۹۔ قیامت کے قائم ہونے کا متعین وقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: (جس سے پوچھا گیا وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا) یعنی وقت قیامت کے بارے میں ساری مخلوق کا علم یکساں ہے اللہ کے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں۔ جو شخص قیامت قائم ہونے والے وقت کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور جو ان کے دعوے کی تصدیق کرے وہ گمراہ ہے۔ کیونکہ یہ غیب دانی کا دعویٰ ہے اور غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

۱۰۔ عالم جواب نہ معلوم ہونے پر یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں، اس سے اس کے مقام و مرتبے میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ یہ اس کی دینداری کی دلیل ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے قیامت کے وقت کا علم نہ ہونے پر صاف صاف کہہ دیا کہ جس سے پوچھا گیا وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔

۱۱۔ اس حدیث میں قیامت کی بعض علامات کا بیان ہے۔ (۱)

لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی۔ یعنی فتوحات ہوں گی اور لونڈیاں بڑھ جائیں گی اور ایسے ہی ان کی اولاد بھی، پھر ماں اپنے آقا کی لونڈی ہوگی اور اس سے ہونے والی اولاد اس کے آقا کے درجے میں ہوگی۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ لونڈی سے بچی پیدا ہوگی اور وہ بڑی ہو کر ایسی امیر ہوگی کہ اپنی ماں جیسی لونڈیوں کی مالک ہوگی گویا اس حدیث میں مال و دولت کی کثرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نیز بہت سے اہل علم نے اس حدیث کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ قیامت کے قریب اولاد نافرمان اور خود سر ہو جائے گی اور اپنے والدین کے ساتھ غلامیوں اور لونڈیوں جیسا سلوک کرے گی۔

(۲) آپ ننگے پاؤں، ننگے بدن، فقیر لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ عمارتوں میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ یعنی پست نسیم کے لوگ سردار بن جائیں گے اور مال کی اس قدر فراوانی ہو جائے گی کہ اونچی بلڈنگیں اور بلند و بالا عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے میں فخر یہ مقابلہ کریں گے۔

۱۲۔ لوگوں کی ضرورت کے مطابق عالم سے کوئی سوال کرنا بھی تعلیم کا

ایک طریقہ ہے کیونکہ اس واقعہ میں جبریل علیہ السلام نے صرف سوالات کئے تھے پھر بھی نبی ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا کہ وہ تم کو تعلیم دینے کے لئے آئے تھے۔

## حدیث (۳)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
 بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا  
 عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ  
 رَمَضَانَ (متفق عليه)

ترجمہ:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے  
 فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ [۱] ان بات کی گواہی دینا کہ نہیں  
 کوئی سچا معبود سوائے اللہ کے اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے  
 رسول ہیں۔ [۲] صلاۃ قائم کرنا [۳] زکاۃ ادا کرنا [۴] حج کرنا [۵] رمضان  
 کا صوم رکھنا (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد و احکام:

۱۔ اس حدیث میں اسلام کے پانچوں ارکان کا بیان ہے۔

۲۔ اسلام کا پہلا رکن شہادتین ہے جس کا مطلب ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کو نبی ﷺ نے پہلا رکن قرار دیا کیونکہ اس کلمہ کے اقرار کے بغیر جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات ناممکن ہے اور کوئی عبادت شہادتین میں مذکورہ دونوں شرطوں کے بغیر مقبول نہیں۔ ایک اخلاص جو لا الہ الا اللہ کا معنی ہے اور دوسرے انبیاء سنت جو محمد رسول اللہ کا تقاضا ہے۔

۳۔ لا الہ الا اللہ کی شہادت کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کی عبادت و پرستش کا ریکارڈ تہا مستحق اللہ کی ذات ہے، وہی سچا اور برحق معبود ہے، اس کے سوا جن کی بھی عبادت کی جاتی ہے وہ ظن و گمان اور جھوٹے معبود ہیں اور ان کی پرستش کرنے والے باطل پرست ہیں۔

۴۔ محمد ﷺ کو رسول ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے حکموں کی اطاعت کی جائے، آپ کی خبروں کی تصدیق کی جائے، آپ کی روکی ہوئی چیزوں سے اجتناب کیا جائے اور اللہ کی عبادت کا وہی طریقہ اپنایا جائے جو آپ ﷺ کی شریعت میں ہے۔

۵۔ صلاۃ قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق انجام دیا جائے، اس کے شروط و ارکان اور واجبات و سنن کا لحاظ کیا جائے اور خشوع و خضوع کے ساتھ دل لگا کر ادا کیا جائے۔

صلاۃ کی پابندی کرنے والے کے لئے بڑی خوشخبریاں ہیں۔ بروز قیامت سب سے پہلے صلاۃ ہی کا حساب ہوگا جس کی صلاۃ درست ہوئی اس کے سارے اعمال درست ہوں گے اور جس کی صلاۃ خراب رہی اس کے سارے اعمال خراب ہوں گے۔ (صحیح الجامع)

۶۔ زکاۃ کی ادائیگی کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے مال میں غریبوں کے حقوق کا خیال رکھا جائے اور زکاۃ کو ان کے مستحقین تک پہنچایا جائے۔

زکاۃ کی ادائیگی سے اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور حرص و طمع اور بخل جیسے برے اوصاف سے انسان کو پاکی نصیب ہوتی ہے اس کے برخلاف زکاۃ نہ ادا کرنے سے دنیا میں قحط ساسی پڑتی ہے (مسند احمد) اور آخرت میں اس مال کی تختیاں بنا کر اور اسے آگ میں تپا کر اس سے زکاۃ نہ دینے والے کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ کو داغا جائے گا نیز یہی ماں گنجے سانپ کی شکل میں آکر اس کے گلے کا طوق بن جائے گا اور اسے اپنے جبرٹوں سے پکڑ کر کہے گا میں تیرا مال اور تیرا خزانہ ہوں۔ (بخاری)

۷۔ حج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کی غرض سے حج کے مہینوں میں مکہ مکرمہ کا رخ کیا جائے اور طواف کعبہ، صفا و مروہ کے درمیان سعی، وقوف عرفہ، مزدلفہ و منیٰ میں شب گزاری، رمی جمرات اور حلق و تقصیر وغیرہ جیسی مخصوص عبادات بجالائی جائیں۔

ہر تندرست اور مستطیع مسلمان پر زندگی میں ایک بار حج فرض ہے۔ حج مقبول ایک بہت بڑی سعادت ہے جس کا بدلہ جنت ہی ہے۔ نبی ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: جس نے اس گھر کا حج کیا، نہ کوئی بیہودہ گوئی کی اور نہ کوئی فسق کا کام کیا تو وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو کر لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۸۔ صوم رمضان سے مراد یہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں اللہ کی عبادت کی غرض سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک ہر دن کھانے پینے اور جماع بلکہ صوم کو ختم کر دینے والی ہر چیز سے دور رہا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے رمضان کا صوم رکھا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

۹۔ اسلام کے مذکورہ ارکان میں سے کسی رکن کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے اسے ترک کرنے والا کافر ہو جائے گا البتہ سستی اور کاہلی سے چھوڑنے والا سخت گناہ کبیرہ کا مرتکب اور فاسق ہوگا لیکن ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوگا سوائے صلاۃ کے کہ محققین اہل علم کی ایک معتبر تعداد نے سستی کاہلی سے بھی تارک صلاۃ کو خارج از ملت قرار دیا ہے۔



## حدیث (۴)

وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
 قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ إِنَّ أَحَدَكُمْ  
 يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نَظْفَةً ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِّثْلَ  
 ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ  
 فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ وَيُرْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ يَكْتُبُ رِزْقَهُ وَأَجَلَهُ  
 وَعَمَلَهُ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَوَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ  
 لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّىٰ مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ  
 فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ  
 أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّىٰ مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا  
 ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا  
 (رواه البخاری ومسلم)

ترجمہ:

ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ہم سے ایک حدیث بیان فرمائی، آپ سچے بھی ہیں اور آپ کی سچائی تسلیم بھی کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی تخلیق کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ کی شکل میں جمع رکھا جاتا ہے پھر اتنے ہی دن جھے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے پھر اتنے ہی دن گوشت کے لوٹھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اس کی طرف فرشتے کو بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے۔ اسے چار باتیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ رزق، مدت عمر، عمل اور نیک بخت ہے یا بد بخت۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تم میں سے کوئی اہل جنت کا سا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک جنت اور اس کے بیچ صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی کتاب (تقدیر) آگے بڑھ جاتی ہے اور جہنمیوں کا سا عمل کرنے لگ جاتا ہے پھر جہنم میں چلا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی جہنمیوں کا سا عمل کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہتا ہے پھر اس کی کتاب آگے بڑھ جاتی ہے اور وہ اہل جنت کا سا عمل کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

## فوائد واحکام:

۱۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کی تخلیق کئی مراحل سے گذرتی ہے۔ چالیس دن نطفہ کی شکل میں، پھر چالیس دن خون کے لوٹھڑے کی شکل میں، پھر چالیس دن گوشت کی بوٹی کی شکل میں۔ ایک سو بیس دن مکمل ہونے کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

۲۔ بچہ کی تخلیق کا ان مراحل سے گذرنا اللہ عزوجل کی حکمت سے ہے۔

۳۔ پیٹ کے بچہ کی اللہ عزوجل کے لئے اللہ کی جانب سے ایک فرشتہ

مقرر ہے۔

۴۔ پیٹ کے بچہ پر ایک سو بیس دن گذر جانے کے بعد اسقاط جائز

نہیں کیونکہ اتنے دنوں کے بعد اس کے جسم میں جان ڈال دی جاتی ہے اور

کسی جان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔ البتہ اس سے پہلے اسقاط کے بارے

میں علماء کا اختلاف ہے مگر زیادہ راجح یہی ہے کہ وہ بھی جائز نہیں، ہاں! اگر

اس کے اسقاط میں کوئی شرعی مصلحت ہے یا اسقاط نہ کرنے میں ماں پر ضرر

ہے تو حرج نہیں۔

۵۔ روح پھونکے جانے کے بعد جو بچہ پیٹ سے گر جائے اس کو غسل

دیا جائے گا اور اس کی تکفین و تدفین کی جائے گی اور اس پر صلاۃ جنازہ پڑھی

جائے گی۔ روح پھونکے جانے سے پہلے اسقاط کا یہ حکم نہیں۔

۶۔ انسان کی تقدیر اس کی ماں کے پیٹ ہی میں لکھ دی جاتی ہے، اسے تقدیر عمری کہتے ہیں۔ اس سے قبل لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے، اسے تقدیر ازلی کہتے ہیں۔ ہر سال شب قدر میں بھی تقدیر لکھی جاتی ہے، اسے تقدیر حولی کہتے ہیں۔

۷۔ تقدیر پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اللہ کے تقسیم کردہ رزق پر راضی رہے کیونکہ وہی اس کی قسمت میں ہے اور اس رزق کی تکمیل کے بغیر اس کی موت نہیں ہو سکتی۔ آدمی دوسروں کی دولت پر نظر نہ رکھے اور نہ ہی بلا ضرورت کسی کے سامنے دست سوال دراز کرے بلکہ روزی کمانے کے اسباب و ذرائع کو اختیار کرے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جو پاکدامنی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پاکدامن رکھتا ہے اور جو بے نیازی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

۸۔ ہر انسان کی موت اسی وقت سے مقدر ہے جبکہ وہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا کہ وہ کس ساعت اور کس ملک میں مرے گا۔

۹۔ ہر انسان کا عمل اور انجام دونوں مقدر ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہی سوال صحابہ کرام نے نبی ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد

فرمایا: عمل کرو کیونکہ ہر شخص کے لئے وہی راستہ آسان ہوگا جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اگر نیک بخت ہے تو نیک بختوں کا سا عمل اس کے لئے آسان ہوگا اور اگر بد بخت ہے تو بد بختوں کا سا عمل۔ (متفق علیہ) اگر آپ اپنے دل میں اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کی رغبت پارہے ہیں تو یہ خوش آئند بات ہے اور اگر اس کے برخلاف کوئی اور حالت ہے تو جلد از جلد اپنے دل کا علاج کریں۔

۱۰۔ قسم کا مطالبہ کئے بغیر قسم کھانا جائز ہے۔ حدیث میں جس بات پر قسم کھائی گئی ہے وہ ایک غیبی پیتھی اس لئے قسم کے ذریعہ اس کی تاکید کی ضرورت تھی۔

۱۱۔ حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بسا اوقات انسان نیک عمل کرنے کے باوجود موت سے پہلے توفیق سے محروم ہو کر جہنم رسید ہو جاتا ہے لیکن صحیحین ہی کی ایک دوسری حدیث سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اس میں ہے کہ انسان لوگوں کے دیکھنے میں جنتیوں کا سا عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے اور آدمی لوگوں کے دیکھنے میں جہنمیوں کا سا عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔ (لوگوں کے دیکھنے میں) کہنے سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ باطن کچھ اور تھا اور اسی باطنی خفیہ خرابی کی بنا پر اس کا یہ برا انجام ہوا۔

۱۲۔ اس حدیث سے ایک مسلمان کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ سوء خاتمہ سے ہمیشہ ڈرتا رہے، سدا اپنے دل کو پاک و صاف رکھے اور پوشیدہ گناہوں سے دور رہے کہ ان کا نتیجہ بہت بھیانک ہے۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دین پر ثابت قدمی کی دعا کرتا رہے: يَا مُقَلَّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قُلُوبَنَا عَلَيَّ دِينِكَ (صحیح الجامع) [اے دلوں کے پھیرنے والے اپنے دین پر ہمارے دلوں کو جمادے۔

۱۳۔ جس رب نے ایک انسان کو مختلف مراحل سے گزارتے ہوئے دنیوی زندگی عطا فرمائی مرنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنا اس کے لئے بہت آسان ہے لہذا انسان کو اس رب کے سامنے حاضری کا وقت کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے۔

۱۴۔ اس حدیث میں راہ حق سے منحرف افراد کے لئے ترغیب موجود ہے کہ وہ اپنی روش کی جلد اصلاح کر لیں، اللہ کی طرف رجوع ہو جائیں، اللہ کا خوف کریں اور گناہوں سے باز آئیں، گناہوں کی کثرت کے باوجود اللہ سے امید نہ توڑیں، مایوس نہ ہوں بلکہ اپنے رب سے اچھا گمان رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس کے گمان کے مطابق ہی معاملہ کرتا ہے۔

## حدیث (۵)

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ عَبْدِ اللَّهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَحَدَتْ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ  
رَدٌّ (رواه البخاری و مسلم و فی رواية لمسلم) مَنْ عَمِلَ عَمَلًا  
لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ

ترجمہ:

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود (ناقابل قبول) ہے۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے) اور مسلم میں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقے کے مطابق نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

## فوائد و احکام:

۱۔ یہ حدیث اسلام کا ایک عظیم اصول ہے۔ یہ ہر عمل کے ظاہر کو پرکھنے کے لئے ایک پیمانہ ہے جیسا کہ حدیث (إنما الأعمال بالنیات) ہر عمل کے باطن کو پرکھنے کا پیمانہ ہے۔ جس طرح ہر اس عمل کا کوئی ثواب نہیں

جس سے اللہ کی رضا مقصود نہیں اسی طرح ہر وہ عمل کرنے والے کے منہ پر مار دیا جائے گا اور قابل قبول نہ ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق نہیں۔

۲۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کسی بھی عمل کی قبولیت کے لئے اتباع رسول شرط ہے۔

۳۔ یہ حدیث بدعتوں کے حرام ہونے کی دلیل ہے کیونکہ بدعت دین میں ایجاد کردہ ہر اس عمل کا نام ہے جس کی شریعت میں کوئی اساس نہ ہو۔ نیز نبی ﷺ کا ارشاد ہے: كُلُّ بَدْعَةٍ ضَالَّةٌ۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔

۴۔ یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ دین اسلام مکمل ہو چکا ہے اور اب اس میں کسی اضافہ کی گنجائش نہیں ہے۔

۵۔ ہر بدعت مردود ہے لہذا بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم باطل ہے۔ اور جن لوگوں نے بدعت کی پانچ قسمیں ذکر کی ہیں واجب و مندوب، مباح، حرام اور مکروہ۔ ان لوگوں کی تقسیم بھی غلط ہے۔

۶۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اپنی امت کے لئے نہایت شفیق و مہربان اور ہمدرد و خیر خواہ تھے اسی بنا پر آپ نے اپنی امت کو ہر اس چیز سے آگاہ اور خبردار کر دیا جو اعمال کی بربادی اور عدم قبولیت کا سبب ہو سکتے ہیں۔

[بدعت سے متعلق مزید تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتاب (بدعت کی پہچان اور اس کی تباہ کاریاں) کا مطالعہ مفید ہوگا۔]



## حدیث (۶)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ  
 سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ الْحَلَالَ بَيْنَ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيْنَ  
 وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبَهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنْ اتَّقَى  
 الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ  
 فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ  
 أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمَى أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمُهُ أَلَا وَإِنَّ  
 فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ  
 فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (رواه البخاری ومسلم)

ترجمہ:

ابوعبداللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ  
 ﷺ کو فرماتے سنا: یقیناً حلال واضح ہے اور بے شک حرام واضح ہے اور ان  
 دونوں کے درمیان کچھ شبہہ کی چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے چنانچہ  
 جو شخص شبہہ کی چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور اپنے آبرو کو بچا لیا

اور جو شبہہ والی چیزوں میں پڑ جائے گا وہ حرام میں پڑ جائے گا جیسے ایک چرواہا جو کسی محفوظ چراگاہ کے ارد گرد چرارہا ہو بہت ممکن ہے کہ چراگاہ کے اندر اس کا ریوڑ چلا جائے خبردار ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے (جس کے اندر دوسروں کا داخلہ ممنوع ہوتا ہے) خبردار! اللہ کی محفوظ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ سن لو! بے شک جسم کے اندر گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جائے اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جائے۔ جان لو کہ دہا دل ہے۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

## فوائد و احکام:

۱۔ حلال و حرام کا معاملہ بالکل واضح اور عیاں ہے کسی سے پوشیدہ نہیں لہذا جہاں حرام سے مکمل دوری اختیار کرنا ایک مسلمان کا فریضہ ہے وہیں حلال سے لطف اندوز ہونے کے لئے اسے کوئی رکاوٹ نہیں اور کسی کے لئے یہ جائز اور درست نہیں کہ وہ اللہ کی حلال کردہ کسی چیز کو حرام ٹھہرائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتِكُمُ الْكُذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ﴾ النحل ۱۱۶] کسی چیز کو

اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لو [

۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، خرید و فرخت، لین دین اور دیگر معاملات میں ایسے مشتبہ امور کے ذریعہ آزماتا ہے جن کا حکم اکثر لوگوں کی نظر سے مخفی ہوتا ہے۔ یہ اللہ کی ایک حکمت ہے تاکہ ایک سچے مومن اور ایک خواہش پرست میں تمیز ہو جائے۔

۳۔ اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ شبہ کی چیزوں کا حکم اکثر لوگ نہیں جانتے جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کچھ لوگ یعنی علم میں رسوخ رکھنے والے اس کا حکم جانتے ہیں لہذا کوئی چیز مشتبہ صرف اسی شخص کے لئے ہے جس کے علم کی رسائی اس کے حکم تک نہیں ورنہ حقیقت کوئی چیز مشتبہ نہیں۔

۴۔ ایک مسلمان ہمیشہ اپنی عزت و آبرو اور نیک نامی کی حفاظت کرتا ہے اور اسے داغدار کرنے والی تمام چیزوں سے پرہیز کرتا ہے اسی بنا پر وہ ایسی چیزوں سے بھی بچتا ہے جن کے حلال یا حرام ہونے میں شبہ ہوتا کہ دین کوتاہی سے اور آبرو لوگوں کی عیب گیری سے محفوظ رہے کیونکہ شبہات کا مرتکب زبان خلق سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور اگر زبان سے محفوظ رہے تو کم از کم بدگمانیوں سے تو نہیں بچ سکتا۔

۵۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی تعلیم کا انداز کس

قدر عمدہ اور بہترین تھا، کس طرح آپ نے چراگاہ، مویشی اور چرواہے کی مثال دے کر معنی کو ذہنوں سے قریب کر دیا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حرام کردہ چیزوں کی حدیں متعین کر دی ہیں تاکہ مسلمان ان کے قریب نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا﴾ بقرہ ۱۸۷ [یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ] نیز نبی ﷺ کا ارشاد ہے: اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبَقَاتِ - سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے اجتناب کرو یعنی تم ایک جانب رہو اور یہ چیزیں دوسری جانب رہیں۔

۷۔ اعمال کی نیکی و بدی کا دار و مدار دل کے اصلاح و فساد پر ہے اسی لئے اللہ کے یہاں بروز قیامت حساب و کتاب دل کی نیتوں کے مطابق ہوگا۔ دنیا میں بھی ظاہری اصلاح باطنی اصلاح کی دلیل مانی جائے گی اور ظاہری فساد باطنی فساد کی دلیل۔ اسی لئے فرمایا کہ دل کے سدھرنے سے پورا جسم سدھر جاتا ہے اور دل کے بگڑنے سے پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔

۸۔ ایک مسلمان اپنے بدن کی صحت و تندرستی سے کہیں زیادہ اپنے دل کی تندرستی پر دھیان دیتا ہے۔ بغض و کینہ، نفرت و حسد، خیانت و فریب، شک و نفاق، کفر و تکبر اور غفلت وغیرہ جیسی معنوی بیماریوں سے دل کو پاک و صاف کرتا ہے۔ ذکر الہی اور کثرت استغفار سے اس کی سختی کو نرمی سے بدلتا ہے۔

## حدیث (۷)

عَنْ أَبِي رُقَيْةَ تَمِيمٍ بْنِ أَوْسٍ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: **الِدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ: لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلَا ئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ** (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابورقیہ تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے پوچھا: کس کی خیر خواہی کا؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے حاکموں اور عوام کی (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

### فوائد و احکام:

۱۔ یہ بڑی عظیم الشان حدیث ہے، اس میں پورے دین کو نصیحت و خیر خواہی میں محصور کر دیا گیا ہے کیونکہ جب تک مسلمانوں میں یہ چیز باقی رہے گی ان کا دین مضبوط و مستحکم رہے گا اور جب یہ چیز ان میں کمزور پڑ جائے گی تو وہ خود بھی زندگی کے تمام میدانوں میں زوال و انحطاط کا شکار

اور ضعیف و کمزور ہوتے چلے جائیں گے۔

۲۔ نصیحت لغت میں خلوص کے معنی میں آتا ہے۔ جب شہد کو موم سے الگ کر کے خالص شہد بناتے ہیں تو کہتے ہیں: نصحت العسل۔ اور ایسے ہی رفوگری کے بھی معنی میں بھی آتا ہے جب چاکر اٹنی رفو کرتے ہیں تو کہتے ہیں: نصحت الثوب۔ نصیحت نہایت جامع لفظ ہے اردو میں اس کے لئے خیر خواہی کا لفظ کسی قدر مناسب ہے۔

۳۔ اللہ کی خیر خواہی میں مندرجہ ذیل باتیں شامل ہوں گی:

(۱)۔ اللہ پر ایمان اور اس کی توحید کا صحیح اعتقاد یعنی وہ اپنی ربوبیت والوہیت اور اسماء و صفات میں یکتا اور بے مثال ہے۔

(۲)۔ اللہ کی شکر گزاری، اس کے حکموں کی بجا آوری اور اس کے ممنوعات سے اجتناب۔ جہاں حکم ہے وہاں سے بندہ غائب نہ ہو اور جہاں ممانعت ہے وہاں بندہ نظر نہ آئے۔ یہی اللہ سے محبت کی علامت ہے۔

(۳)۔ اللہ کی عبادت و بندگی میں اخلاص نیت اور اس کی رضا و خوشنودی کی تلاش نیز ہر قسم کے شرک سے دوری۔

(۴)۔ ہر قسم کی عبادت دعا، مدد طلبی و فریاد رسی، توکل و انابت، خوف و امید، نذر و قسم وغیرہ خالص اللہ کے لئے کرنا۔

(۵)۔ اللہ کی طرف لوگوں کو بلانا اور اس راہ میں آنے والی ہر مصیبت کو خندہ

پیشانی سے گوارہ کرنا اور اس پر صبر سے کام لینا۔  
 (۶)۔ اللہ واسطے محبت کرنا اور اللہ واسطے نفرت رکھنا

۲۔ کتاب اللہ کی خیر خواہی میں حسب ذیل امور داخل ہیں:

(۱)۔ اس بات پر ایمان کہ وہ اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے جبریل علیہ السلام کے واسطے سے اپنے بندے محمد ﷺ کے دل پر نازل فرمایا ہے۔ اس کے حروف و معانی سب اللہ کا کلام ہیں، اس کے سارے احکام مبنی بر عدل اور ساری خبریں مبنی بر صدق ہیں۔

(۲)۔ اس کی تلاوت، حفظ، فہم و تدبر اور اس پر عمل کا اہتمام نیز قرآنی علوم کی نشر و اشاعت۔

(۳)۔ قرآن حفظ کرنے والوں کی مدد اور ان کی حوصلہ افزائی۔

۵۔ رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی مندرجہ ذیل باتوں کو شامل ہے:

(۱)۔ آپ پر ایمان کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے سچے رسول ہیں، خاتم الانبیاء ہیں، صدق و امانت کے پیکر تھے۔

(۲)۔ آپ کے حکموں کی تعمیل، آپ کی خبروں کی تصدیق، آپ کی ممنوعات سے اجتناب اور آپ کی شریعت کے مطابق ہی اللہ کی عبادت کرنا۔

(۳)۔ آپ کی محبت کو اپنی جان و مال اور اہل و عیال کی محبت سے مقدم رکھنا لیکن محبت کا یہ مفہوم قطعاً نہیں ہے کہ آپ کے بارے میں غلو سے کام لیا جائے

اور آپ کو آپ کے مقام سے اٹھا کر اللہ کا مقام و مرتبہ دے دیا جائے کیونکہ اس سے خود نبی ﷺ نے روکا ہے۔

(۴)۔ آپ کا اور آپ کی سنتوں کا اور آپ کے دین کا دفاع کرنا۔ آپ کو گالی دینے والا اور آپ کو عیب لگانے والا کافر ہے۔ آپ کے دین کو برا کہنے والا کافر ہے۔ آپ کا دین مکمل ہے اور آپ کی سنت کافی ہے۔ سنتوں کو چھوڑ کر بدعتوں کو اختیار کرنا، اہ حق سے انحراف ہے۔

(۵) نبی ﷺ کی حدیثوں اور سنتوں کو عام کرنا۔

(۶) نبی ﷺ کے آل و اصحاب کی محبت اور تعظیم و توقیر کرنا۔

۶۔ مسلمانوں کے حاکموں کی خبر خواہی میں درج ذیل امور داخل

ہیں:

(۱)۔ ان سے حق بیان کر کے ان کو نصیحت کرنا

(۲)۔ معروف اور نیک کاموں میں ان کی اطاعت کرنا، ان کی عیب پوشی کرنا، ان کی مدد کرنا، ان کا دفاع کرنا اور ان کے لئے دعا کرنا۔

(۳)۔ اچھے طریقے سے انھیں ظلم و زیادتی سے محفوظ رکھنا۔

مسلمانوں کے حاکموں کی اطاعت واجب ہے البتہ جب وہ کسی معصیت کا حکم دیں تو اس وقت ان کی بات نہیں مانی جائے گی کیونکہ اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہے اور خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت



جائز نہیں۔

(۴)۔ لوگوں کے سامنے ان کے عیوب اور ان کے گناہوں کو بیان کرنے سے بچنا کیونکہ اس میں فتنہ ہے اور ان کی اطاعت سے نکلنے کا ذریعہ نیز ان کی مذمت و غیبت میں لوگوں کے پڑنے کا اندیشہ ہے۔ ابن عمر وغیرہ صحابہ کرام حجاج جیسے ظالم اور خون ریز حاکم کے پیچھے صلاۃ ادا کرتے تھے۔ منبروں پر عوام کے سامنے یا تقریروں میں یا دیگر علمی مجلسوں یا تفریحی محفلوں میں مسلمان حاکموں کے عیوب کا تذکرہ دینی کمی اور عقلی حماقت کا نتیجہ ہے۔

۷۔ عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں مندرجہ ذیل امور داخل ہیں:

(۱)۔ آدمی اپنے مومن بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(۲)۔ مشورہ طلب کرنے پر ایسا خیر خواہانہ مشورہ دے گا یا کہ وہ خود اس کا اپنا معاملہ ہے۔

(۳) ملاقات ہو تو سلام کرے اور سلام کا جواب دے، چھینکے اور الحمد للہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ کہے، دعوت دے تو قبول کرے، مریض ہونے پر عیادت کرے، وفات ہونے پر جنازہ میں شریک ہو۔

(۴) ہدیہ و تحفہ لیا دیا کرے، مقروض ہو اور قرض چکانے کی طاقت نہ ہو تو اس کا قرض چکا دے، خود اپنا قرضہ ہو تو آسانی دے، مہلت دے یا معاف

کر دے۔ وقت ضرورت اس کی مدد سے منہ نہ موڑے۔ لوگوں سے اس کی سفارش کر دیا کرے۔

(۵) اس کی مصیبت پر خوش نہ ہو بلکہ اس کے دکھ درد میں کام آئے، اس کا مذاق نہ اڑائے، اسے حقیر نہ جانے، کسی گناہ پر اسے عار نہ دلائے۔ نہ اس کی غیبت کرے اور نہ سنے بلکہ اگر کوئی غیبت کرتا ہو تو دفاع کرے۔

(۶) ایک مسلمان کے بیچ پر بیچ نہ کرے اور نہ ہی اس کے پیغام نکاح پر پیغام دے۔

(۷) گالی نہ دے، تہمت نہ لگائے، عیب جوئی نہ کرے بلکہ عیب پوشی سے کام لے، پھلخنوری سے دور رہے، لگائی بھجائی نہ کرے۔

(۸) نرمی اور خوش خلقی کا برتاؤ کرے، ظلم و ستم سے پرہیز کرے اور اذیت رسانی سے بچے۔

(۹) جاہلوں کو تعلیم دے اور غافلوں کو وعظ و نصیحت کرے۔

۸۔ ایک مسلمان ساری مخلوق کا ہمدرد اور خیر خواہ ہوتا ہے۔ اسے

صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ غیر مسلموں کی بھی خیر خواہی مقصود ہوتی ہے اور ان کی سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ انھیں جہنم کی آگ اور شرک و بت پرستی سے نجات دلائی جائے اور یہ نکتہ چونکہ دیگر نکتوں میں شامل ہے اسی لئے اسے حدیث میں خصوصی طور پر ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

## حدیث (۸)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:  
أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّىٰ يَشْهَدُوا أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ  
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا  
فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ  
الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ:

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:  
مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ اس  
بات کی گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (صلی اللہ  
اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور صلاۃ قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں  
جب وہ ایسا کرنے لگیں گے تو مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیں گے  
سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

(اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

## فوائد و احکام:

۱۔ یہ حدیث عام ہے لیکن قرآن مجید کی ایک آیت اسے خاص کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ  
الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ  
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾  
التوبہ ۲۹ [ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں  
لاتے جو اللہ اور اس کے رسول کی احرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے، نہ دین  
حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک  
کہ وہ ذلیل و خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں]

لوگوں سے جنگ اس وقت تک واجب ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے دین  
میں داخل ہو جائیں یا جزیہ ادا کریں۔

۲۔ شہادتین کا فقط اقرار کر لینے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے اس کے  
بعد اگر وہ اسلامی شریعت پر کار بند ہوتا ہے تو اس کے بھی وہی حقوق و فرائض  
ہیں جو دیگر مسلمانوں کے ہیں لیکن اگر وہ کسی رکن کو ترک کر دیتا ہے اور ایسے  
لوگ اپنا ایک پر شوکت گروہ بنا لیتے ہیں تو ان سے جنگ کی جائے گی۔

۳۔ صلاۃ کا قائم کرنا اور زکاۃ کی ادائیگی اسلام کا حق ہے۔ ابو بکر

ﷺ نے مانعین زکاۃ سے جنگ کے وقت فرمایا تھا: اللہ کی قسم! میں ان سے ضرور جنگ کروں گا جو صلاۃ اور زکاۃ کے درمیان فرق کرتے ہیں کیونکہ زکاۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ ایک رسی۔ یا پٹھیا۔ جو رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے مجھ کو نہیں دیں گے تو اس کے روکنے پر میں ان سے جنگ کروں گا۔ (متفق علیہ)

۴۔ اسلام قبول کر لینے سے جان و مال محفوظ ہو جاتا ہے سوائے ان حالات کے جس میں اسلام خود اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے مثلاً کسی کو ناحق قتل کر دینے یا شادی شدہ ہو کر زنا کر لینے یا اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جانے سے جان کی حفاظت ختم ہو جائے گی۔ (تہذیب دیکھئے حدیث (۱۴) کے فوائد و احکام)

۵۔ قیامت کے دن ہر بندے کو اللہ کے سامنے اپنے عمل کا حساب دینا ہوگا اگر نیکی کر رکھی ہے تو اس کا انجام بخیر ہوگا اور اگر برائی کر رکھی ہے تو اسی لحاظ سے اس کا نتیجہ سامنے آئے گا۔

۶۔ جو شخص ظاہری طور پر اسلام پر قائم ہو اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کیا جائے گا اس کے دل اور اندرونی کیفیت سے متعلق کوئی رائے نہیں قائم کی جائے گی جب تک کہ کسی ظاہری عمل سے اس کے خلاف نہ معلوم ہو جائے۔ اگر وہ منافق ہے تو اس کا حساب بروز قیامت اللہ کے ذمہ ہے۔

## حدیث (۹)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ  
 سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ وَمَا  
 أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَاتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ  
 قَبْلِكُمْ كَثْرَةَ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَاءِهِمْ (رواه  
 البخاری و مسلم)

ترجمہ:

ابو ہریرہ عبد الرحمن بن صخر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ  
 ﷺ کو فرماتے سنا: میں جس چیز سے منع کر دوں اس سے اجتناب کرو اور جس چیز  
 کا حکم دوں اس پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو کیونکہ تم سے پہلے کی امتوں کو  
 ان کے بہ کثرت سوالات اور اپنے نبیوں سے اختلاف نے تباہ کر ڈالا۔ (اسے  
 بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد و احکام:

۱۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی منع کردہ چیزوں سے ہر حال میں

بچنا ضروری ہے کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں سے روکا ہے اس میں بندوں ہی کی مصلحت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے خوب واقف ہے۔

۲۔ ہر روکی ہوئی چیز سے اجتناب فرض ہے کیونکہ ارشاد ہے: ”جس سے میں منع کر دوں اس سے رک جاؤ۔“ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کا معاملہ امر سے ہے کیونکہ نبی میں کسی چیز کے ارتکاب کی رخصت نہیں دی گئی ہے جبکہ امر میں استطاعت کی قید لگا دی گئی ہے۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر ممنوعہ چیزوں کے اسباب و مقدمات تک سے بچنا ضروری قرار دیا گیا ہے مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ﴾ اسراء/۳۲ [زنا کے قریب مت جاؤ]۔ پس زنا تک پہنچانے والی ہر چیز حرام ہے۔

۳۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی بجا آوری فرض ہے جب تک کہ اس حکم کو استحباب کی طرف پھیر دینے والی کوئی دوسری دلیل نہ ہو۔

۴۔ اسلام ایک آسان دین ہے، اس کے اندر ایک شخص کو شرعی اوامر و احکام کا اسی قدر مکلف کیا گیا ہے جتنی اس کے اندر قدرت و استطاعت ہے۔ اگر کوئی کسی حکم کو پورے طور پر ادا کرنے سے عاجز ہو،

صرف اس کا بعض حصہ ادا کر سکتا ہو تو اس کے لئے اپنی ممکن حد تک عبادت کی ادائیگی کافی ہے۔ مثال کے طور پر وضو کی استطاعت نہ ہو تو تیمم کر لے۔ کھڑے ہو کر صلاۃ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھنے کی بھی استطاعت نہ ہو تو لیٹ کر ورنہ اشارے سے پڑھ لے۔ وغیرہ

۵۔ اس حدیث سے بہ کثرت سوال کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے خصوصاً اس وقت جب کہ وحی کا نزول ہو رہا تھا اور یہ امکان تھا کہ کسی کے سوال کی بنا پر کسی حلال کا حرام کر دیا جائے اور کسی غیر واجب کو واجب کر دیا جائے۔

منوعہ سوالات کی بہت سی قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ ایسے غیبی امور سے متعلق سوال کیا جائے جس کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا مثلاً قیامت کب آئے گی یا قبر کے عذاب و آرام کی کیفیت کیا ہے؟ یا صفات باری کی کیفیت سے متعلق سوال کیا جائے تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ جس طرح اللہ کی ذات کسی ذات کے مشابہ نہیں ویسے ہی اس کی صفات کسی کی صفات کے مشابہ نہیں اور ان کی کیفیت و حقیقت کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

ایسے ہی وہ سوالات بھی منع ہیں جن کا مقصد تشدد، تعمق اور تنطع ہو۔ حدیث میں ہے: هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ - قَالَهَا ثَلَاثًا - (مسلم) غلوا ورتکلف کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ آپ نے تین بار ارشاد فرمایا۔



ممنوعہ سوالات میں وہ فرضی سوالات بھی ہیں جو ابھی واقع نہیں ہوئے۔ سلف صالحین اس طرح کے سوالات سخت ناپسند کرتے تھے۔ البتہ دینی مسائل جاننے کے لئے کسی مسئلہ میں اللہ اور اس کے رسول کا حکم معلوم کرنا ضروری ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [نحل/۴۳] پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کر لو اور حدیث میں ہے: ان لوگوں کو جب (مسئلہ) معلوم نہیں تھا تو انھوں نے سوال کیوں نہیں کیا؟ عاجز کا علاج سوال کرنا ہے۔ (ابوداؤد)

طہارت و صلاۃ، صوم، زکوٰۃ، حج و عمرہ، خرید و فروخت اور نکاح و طلاق وغیرہ کے مسائل حاجت کے مطابق پوچھ کر کے سیکھنا فرض ہے۔

۶۔ بہ کثرت سوالات اور اپنے انبیاء کی مخالفت سابقہ امتوں کی ہلاکت کا سبب ہیں لہذا مسلمانوں کو ان سے بچنا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت دین و دنیا کے خسارے کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور/۶۳] سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انھیں کوئی دردناک عذاب نہ پہنچے [

## حدیث (۱۰)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا﴾ وَقَالَ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَقُولُ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِّي بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور پاکیزہ کو ہی قبول فرماتا ہے اور یقیناً اللہ عزوجل نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا حکم رسولوں کو دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے: اے رسولو! پاکیزہ رزق کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ نیز ارشاد ہے: اے

ایمان والو! ہم نے تمہیں جو روزی دی ہے اس میں سے پاکیزہ رزق کھاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبے سفر پر ہے، پراگندہ حال اور غبار سے اٹا ہوا ہے، اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہے، کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور حرام سے اس کی پرورش ہوئی ہے تو کیونکر اس کی دعا قبول ہو سکتی ہے! (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

## فوائد واحکام:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نام ”طیب“ ہے یعنی ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات اور اقوال و افعال ہر ایک میں طیب و پاکیزہ ہے، کہیں کسی قسم کا عیب و نقص نہیں ہے۔
- ۲۔ اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ چیزیں ہی قبول فرماتا ہے خواہ وہ اقوال و اعمال ہوں یا صدقات و زکوٰت ہوں۔ اگر اقوال و اعمال شرک و ریا وغیرہ سے پاک نہیں تو وہ عند اللہ مقبول نہیں اور اگر صدقات مال حلال سے نہیں بلکہ سود، رشوت، جوا، لاٹری، چوری، غصب یا کسی اور حرام طریقے سے حاصل کردہ ہیں تو ایسے مال کا صدقہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔
- ۳۔ رسولوں اور ان کی امتوں کو پاکیزہ رزق کھانے اور عمل صالح

کر کے اس کا شکر بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔

۴۔ اس حدیث میں دعا کی قبولیت کے چند اسباب ذکر کئے گئے ہیں:

(۱) لمبا سفر: سفر اگر چہ طویل نہ ہو پھر بھی دعا کی قبولیت کا سبب ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: تین دعائیں بلا شک و شبہ قبول ہوتی ہیں، مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور اولاد کے لئے والد کی دعا (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) وطن سے دوری اور مشقتیں جھیلنے کی وجہ سے سفر میں انسان پر لاچارگی و عاجزی کی کیفیت نمایاں ہوتی ہے اور یہ حالت رب کریم کو بہت پسند ہے۔

(۲) لباس اور شکل و صورت کی پر نگہی اور غبار آلودگی۔

(۳) آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھانا: نبی ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بہت حیا دار اور نہایت کریم و داتا ہے جب بندہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ کو انھیں خالی اور نامراد واپس کرنے سے حیا آتی ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۴) اللہ کے اسماء و صفات کا وسیلہ: حدیث میں وہ شخص یارب یارب کہہ کر اللہ کی ربوبیت کا وسیلہ لے رہا ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾ [أعراف/۱۸۰] اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں (کے واسطے) سے اللہ سے دعا کرو۔ قرآنی دعاؤں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر دعائیں ﴿رَبَّنَا﴾ سے شروع ہوتی ہیں۔

(۵) دعا میں اصرار و تکرار اور عزم و قطعیت: حدیث میں مذکور شخص اپنے مطلوب کا مکمل حریص اور بار بار یارب کہہ کر اصرار کر رہا ہے۔ دعا میں نبی ﷺ کی سنت بھی یہی تھی کہ آپ ایک دعا کو تین تین بار دہرایا کرتے تھے۔ (مسلم)

۵۔ حدیث میں دعا کی قبولیت میں پائی جانے والی رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ کا بیان ہے اور وہ ہے حرام کھانا جو تمام رکاوٹوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ دوسری رکاوٹ واجبات کو چھوڑنا اور محرمات کا ارتکاب ہے۔ تیسری رکاوٹ قبولیت میں حلد بازی کرنا اور یہ کہنا ہے کہ میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہ ہوئی۔ چوتھی رکاوٹ گناہ یا رشتے توڑنے کی دعا کرنا ہے۔

واضح رہے کہ دعا کی قبولیت صرف یہی نہیں کہ بندہ جو کچھ مانگ رہا ہے اسے بعینہ وہ چیز مل جائے بلکہ اس کے دوسرے بھی انداز ہیں جو حدیث میں ذکر کئے گئے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: زمین پر جب کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا فرمادیتا ہے یا اسی جیسی کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے بشرطیکہ اس نے گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کی ہو۔ ایک شخص نے کہا تب تو ہم بہت دعا کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ بہت دینے والا ہے۔ (ترمذی) مستدرک حاکم کی روایت میں قبولیت کا ایک اور انداز مروی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اسی جیسا اجر و ثواب اس کے لئے ذخیرہ فرمادیتا ہے۔

## حدیث (۱۱)

عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ سِبْطِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِيحَانَتِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعَا مَا يَرِيئُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيئُكَ (رواه الترمذی والنسائی وقال الترمذی حدیث حسن)

ترجمہ:

رسول اللہ ﷺ کے نواسے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ بات یاد کر رکھی ہے کہ شبہ میں ڈالنے والی چیزوں کو چھوڑ کر شبہ نہ ڈالنے والی چیزوں کو اپناؤ۔ (اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن قرار دیا ہے)

فوائد و احکام:

۱۔ حدیث میں مشکوک اور مشتبہ چیزوں کو چھوڑ کر ایسے امور اپنانے کا حکم ہے جو شک و شبہ سے بالا ہیں تاکہ دل اضطراب و بے چینی کا شکار نہ ہو

خواہ دنیاوی امور ہوں یا اخروی۔

۲۔ آدمی کوئی کام کرنے سے پہلے اس کے متعلق پختہ علم حاصل کر لے تاکہ کسی قسم کا شک اور تردد باقی نہ رہے اور کام کر لینے کے بعد ندامت اور پچھتاوے کی نوبت نہ آئے۔

۳۔ سچائی کی علامت دل کا سکون ہے اور جھوٹ کی نشانی دل کی بے اطمینانی۔ مذکورہ روایت کے آخر میں ترمذی وغیرہ میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: **فَإِنَّ الصِّدْقَ طَمَئِنَّةٌ وَالْكَذِبُ رِيبَةٌ**۔ کیونکہ سچائی باعث اطمینان ہے اور جھوٹ باعث شک۔

## حدیث (۱۲)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ حَسَّنَ إِسْلَامَ الْمَسْرُوعِ تَرَكُّهُ مَا لَا يَعْنِيهِ (هذا حديث حسن رواه الترمذی وغیره)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی (یعنی اپنے سے غیر متعلق) چیزوں کو چھوڑ دے۔ (یہ حدیث حسن ہے اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے)

### فوائد و احکام:

۱۔ لایعنی قول و عمل ترک کر دینے سے آدمی کے اسلام میں خوبی اور بہتری پیدا ہو جاتی ہے، اس طرح وہ اپنے وقت و زبان کی حفاظت کر لیتا ہے اور سکون خاطر و اطمینان قلب پالیتا ہے۔

۲۔ لایعنی چیزوں سے مراد وہ اقوال و اعمال ہیں جو آدمی سے غیر



متعلق ہوتے ہیں، اپنے سے غیر متعلق امور میں دخل اندازی سے ہی سارے مسائل کھڑے ہوتے ہیں، اگر آدمی ان غیر متعلق امور سے کنارہ کش ہو کر اپنے متعلق امور میں لگ جائے تو فضولیات سے بچ کر نفع اٹھانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

۳۔ لایعنی امور کو چھوڑ کر آدمی ان چیزوں کو اپنی مشغولیت بنائے جو اس کے لئے دین و دنیا دونوں میں مفید اور نفع بخش ہوں۔ وہ ایسی ہی چیزوں کے لئے اپنا پورا وقت اور اپنی پوری محنت صرف کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: طاقتور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔ اور ہر ایک میں بھلائی ہے۔ اپنے لئے نفع بخش چیزوں کی حرص رکھو، اللہ سے مدد طلب کرو اور عاجز بن کے نہ رہو۔ (مسلم)

## حدیث (۱۳)

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ خَادِمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ:

خادم رسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

### فوائد و احکام:

- ۱۔ ایمان کو مکمل کرنے والی ایک خصلت یہ ہے کہ آدمی اپنے مومن بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان باتوں کو ناپسند کرے جو خود اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔ یہی ایمانی اخوت کا تقاضا ہے۔
- ۲۔ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو خود اپنے لئے

پسند کرتا ہے تو ہمیشہ اس کا دل بغض و کینہ اور حسد و جلن سے محفوظ رہے گا کیونکہ یہ برے اوصاف پیدا ہی اس لئے ہوتے ہیں جب آدمی خود کو دوسروں سے ممتاز اور برتر رکھنا چاہتا ہے اور دوسروں کو اپنے برابر دیکھنا نہیں چاہتا۔

۳۔ جس شخص سے مذکورہ صفت ختم ہو جائے اس کے ایمان میں کمی ہو جاتی ہے۔ ایک مسلمان آدمی ہمیشہ ان چیزوں کی تلاش میں رہتا ہے جس سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اور انھیں اختیار کرتا ہے ساتھ ہی ایسی چیزوں سے اپنے ایمان کی حفاظت کرتا ہے جو ایمان کی کمی کا باعث ہوتی ہیں۔

۴۔ اگر مسلمان اس حدیث کے مضمون کو اپنے معاشرے میں نافذ کر لیں تو ایک بے مثال، بے داغ اور قابل رشک سماج وجود میں آجائے گا جو اس حدیث کے مصداق ہوگا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ باہمی محبت و شفقت میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ اگر ایک عضو تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن بخار اور بیداری کے ساتھ تڑپ جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۵۔ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یعنی اطاعت و بندگی سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور معصیت و نافرمانی سے ایمان میں کمی ہوتی ہے۔ یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

## حدیث (۱۴)

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ :  
لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثِ الثَّيْبِ الزَّانِي  
وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ (رواه  
البخاری و مسلم)

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین اسباب میں سے کسی ایک سبب کے بغیر مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں۔ شادی شدہ ہو کر زنا کر لے، کسی شخص کو (جان بوجھ کر) قتل کر دے یا اپنے دین اسلام سے مرتد ہو کر مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

### فوائد و احکام:

۱۔ حدیث میں مذکور تین حالات کے سوا مسلمان کا خون معصوم اور محترم ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان و

مال اور عزت و آبرو سب کچھ حرام ہے۔ (مسلم)

کسی مومن کو ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ لَهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ [نساء/۹۳] اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے]۔

۲۔ اگر کوئی مکلف کسی شخص کو عمداً ناحق قتل کر دے تو اس کے بدلہ میں اسے بھی قتل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ﴾ [بقرہ/۸۷] اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے]۔

۳۔ حدیث کے عموم (جان کے بدلے جان) سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد و عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ عمرو بن حزم کی حدیث سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ البتہ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان صحیح مسلم میں ثابت ہے: لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ۔ [کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا] لیکن اگر وہ کافر ذمی یا معاہد یا مستأمن ہے تو اس کی دیت ادا کرنی ہوگی اور وہ مسلمانوں کی دیت کا نصف

ہے جیسا کہ ترمذی اور نسائی کی روایت ہے۔

واضح رہے کہ کفار کی چار قسمیں ہیں:

(۱) حربی: جو مسلمانوں سے جنگ کی حالت میں ہو۔

(۲) ذمی: جو جزیہ دے کر مسلمانوں کے ملک میں مقیم ہو اور مسلمانوں نے

اس کے جان و مال کی حفاظت کا پیمانہ دیا ہو۔

(۳) معاهد: جس کا قیام اس کے اپنے ملک میں ہو لیکن اس سے جنگ بندی

کا معاہدہ ہو۔

(۴) مستأمن: جس سے مسلمانوں نے کوئی عہد و پیمانہ نہ کیا ہو البتہ ایک

متعین وقت تک اسے امان دی گئی ہو مثلاً کوئی حربی کافر تجارت وغیرہ کی غرض

سے امان طلب کر کے مسلمانوں کے ملک میں داخل ہوا تو جس مدت تک

اسے امان دی گئی ہے وہ مستأمن ہے۔

۴۔ جس شخص نے شادی شدہ ہو کر زنا کر لیا ہو اس کا خون حلال

ہو جاتا ہے اور اس کی سزا رجم یعنی سنگساری ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے ماعز،

غامدیہ، دو یہودیوں نیز ایک اور عورت کو رجم فرمایا ہے۔

۵۔ جو شخص دین اسلام چھوڑ کر برگشتہ ہو جائے اور ارتداد اختیار

کر لے اس کا خون حلال ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جو اپنا دین تبدیل

کردے اسے قتل کر دو۔ (بخاری) البتہ اسے سمجھا کر توبہ کرنے اور دوبارہ

مسلمان ہو جانے کی دعوت دی جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی اور دوبارہ اسلام میں واپس پلٹ آیا تو اسے معاف کر دیا جائے گا کیونکہ توبہ کے بعد وہ مرتد نہیں رہ گیا اور اگر وہ اپنے کفر پر مصر رہا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

۶۔ حدیث میں مذکور تین خصلتوں کے سوا چند خصلتیں اور بھی ہیں جن

کی بنا پر ایک مسلمان کا خون حلال ہو جاتا ہے۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(۱) لواطت (اغلام بازی) نبی ﷺ نے فرمایا: جس کسی کو قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

(۲) اپنی محرم سے زنا: ایک شخص نے اپنے باپ کی بیوی سے شادی کر لی تھی تو نبی ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ (علل الدار)

(۳) جادوگری: جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”جادوگر کی سزایہ ہے کہ اسے تلوار سے مار دیا جائے“۔ (ترمذی)

(۴) دوسرا خلیفہ: نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جب دو خلیفہ سے بیعت کر لیا جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو۔ (مسلم) دوسری روایت میں ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی شخص اس حال میں آئے کہ تمہارا معاملہ ایک شخص پر متحد ہے اور وہ تمہارا شیرازہ منتشر اور تمہاری جماعت کو متفرق کرنا چاہتا ہے تو اس کو قتل کر دو۔ (مسلم)

(۵) زمین میں فساد پھیلانا۔ اس کی سزا قتل یا پھانسی یا جلا وطنی یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسرے طرف کا پیر کاٹ دینا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ حِزْبِي فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [المائدة/ ۳۳] جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا انھیں جلا وطن کر دیا جائے، یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت اور خواری، اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے۔ [



## حدیث (۱۵)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : مَنْ  
كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ وَمَنْ  
كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ  
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ (رواه البخاری)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو  
شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ بھلی بات کہے یا  
خاموش رہے اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ  
اپنے پڑوسی کی عزت کرے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے  
اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا احترام کرے۔ (بخاری)

فوائد و احکام:

۱۔ حدیث میں مذکور ایمانی خصلتیں حقوق العباد سے متعلق ہیں اور

مکارم اخلاق کی جامع ہیں۔

۲۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا ایک تقاضا یہ ہے کہ مسلمان بھلی بات کہے یا چپ رہے یعنی جب مسلمان آدمی کوئی بات بولنا چاہے تو اس کے نتیجہ پر غور کرے کیا اس میں کوئی ضرر یا فساد یا خرابی ہے اور کیا یہ بات آدمی کو کسی حرام یا مکروہ تک لے جاتی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو زبان کھولے ورنہ زبان بند رکھے کہ اسی میں عافیت اور سلامتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زبان کی حفاظت بہت اہم ہے اور اس سے متعلق قرآن و حدیث میں بڑی تاکید آئی ہے۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد مروی ہے: بے شک بندہ لا پرواہی کے ساتھ اللہ کی رضا کا ایک کلمہ بولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے درجات بلند فرمادیتا ہے۔ اور بے شک بندہ لا پرواہی کے ساتھ اللہ کی ناراضگی کا ایک کلمہ بولتا ہے اور اس کی وجہ سے جہنم کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ (بخاری)

۳۔ بے فائدہ کثرت کلامی اور بسیار گوئی بری چیز ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو زیادہ باتیں کرتا ہے زیادہ غلطیاں کرتا ہے اور جو زیادہ غلطیاں کرتا ہے اس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور جس کے گناہ زیادہ ہوں جہنم اس کا زیادہ حقدار ہے۔

۴۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ پڑوسی کی

عزت و اکرام کی جائے۔ پڑوسی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا، اس کی خیر و عافیت دریافت کرنا، بیمار ہونے پر عیادت کرنا، ضرورت کے وقت کام آنا، اس کے رازوں کی حفاظت کرنا، اس کی عزت و آبرو کا دفاع کرنا، موقعہ بہ موقعہ تحفے تحائف دینا، ضرورت مند ہو تو صدقہ و خیرات سے اس کا خیال رکھنا۔ یہ سب پڑوسی کے حقوق ہیں جن کی نگہداشت ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ صحیح مسلم میں ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو ذر جب تم شور بہ پکاؤ تو اس کا پانی بڑھا دو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جبریل علیہ السلام مجھے برابر پڑوسی سے متعلق نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے سمجھا کہ اسے وارث بنا دیں گے۔ (متفق علیہ)

۵۔ پڑوسی کو اذیت پہنچانا حرام اور اس کی عزت و آبرو پر حملہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کسی کو اللہ کا ہمسر بنانا حالانکہ اس نے تنہا تم کو پیدا کیا ہے۔ پوچھا گیا: اس کے بعد کونسا گناہ؟ آپ نے فرمایا: اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کرنا کہ وہ تمہارے کھانے میں شریک ہو جائے گا۔ پوچھا گیا: پھر کونسا گناہ؟ آپ نے فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔ (متفق علیہ)

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، دریافت کیا گیا: کون

اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ رہیں۔

پڑوسی کی عیب گیری اور مذمت، اس کے ساتھ گالی گلوچ، اسے برا بھلا کہنا اور اس کی دولت و جائداد پر غاصبانہ قبضہ وغیرہ بھی اسلامی شریعت میں حرام ہیں کیونکہ یہ سب پڑوسی کو اذیت پہنچانے کی مختلف صورتیں ہیں۔

۶۔ آپ کا قریب ترین پڑوسی وہ ہے جس کا دروازہ آپ سے سب سے زیادہ قریب ہو۔ واضح رہے کہ پڑوسیوں کی تین قسمیں ہیں: (۱) کافر پڑوسی (۲) مسلمان پڑوسی (۳) مسلمان رشتہ دار پڑوسی۔ اگر پڑوسی کافر ہے تو اسے صرف پڑوس کا حق ہے اور اگر مسلمان ہے تو اسے اسلام اور پڑوس کی وجہ سے دہرا حق ہے۔ اور اگر رشتہ دار بھی ہے تو وہ تہرے حقوق کا مستحق ہے۔

۷۔ مہمان نوازی واجب ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ضیافت تین دن ہے، ایک دن اور ایک رات عطیہ ہے اور اس کے بعد مہمان پر جو کچھ خرچ کیا جائے صدقہ ہے، کسی مہمان کے لئے جائز نہیں کہ میزبان کے پاس گنہگار کر دینے کی حد تک ٹھہر جائے۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیسے اسے گنہگار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: اتنی مدت تک ٹھہر جائے کہ اس کے پاس اس کی ضیافت کے لئے کچھ نہ رہ جائے۔ (صحیح مسلم)

## حدیث (۱۶)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ  
 أَوْصِنِي فَقَالَ: لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ: لَا تَغْضَبْ (رواه  
 البخاری)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے  
 وصیت فرمائیے۔ آپ نے کہا: غصہ نہ کیا کرو۔ پھر اس نے اپنی بات کئی بار  
 دہرائی تو بھی آپ نے کہا: غصہ نہ کیا کرو۔ (اسے بخاری نے روایت کیا  
 ہے)

### فوائد و احکام:

۱۔ جوش انتقام سے دل کا خون کھولنے کا نام غصہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 سائل کو بار بار غصہ نہ کرنے کی تاکید فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غصہ ہر  
 برائی کی جڑ ہے اور اس سے بچنا ہرنیکی کی اساس ہے۔ غصہ ہی کی بنا پر کتنے  
 بے جا گالی گلوں، تہمت تراشیاں، قطع تعلقات، طلاق و خلع اور ناحق قتل

و خون ہو جایا کرتے ہیں، غصہ روک کر آدمی ان ساری برائیوں سے بچ سکتا ہے۔

۲۔ نبی ﷺ کا فرمان دو عظیم باتوں پر مشتمل ہے:

(۱) اسباب کو اختیار کرنے کا حکم۔ بہتر اخلاق اپنانے کی مشق، حلم و بردباری، صبر و تحمل، نفس پر قابو اور قوی و فعلی اذیتوں کو برداشت کرنے کی صفت پیدا کرنا۔ اگر بندہ کو ان اعلیٰ اوصاف کی توفیق مل جائے تو جب بھی غصہ کا وقت آئے گا وہ اپنے اچھے اخلاق، صبر و ضبط اور عاقبت اندیشی کی بنا پر غصہ پی جایا کرے گا۔

(۲) غصہ آجانے کے باوجود اس کے نقصان پر عمل نہ کرنا۔ غالباً انسان کو غصہ روکنے کی قدرت نہیں ہوتی البتہ غصہ کے نقصان کو روکنے کی اسے بہر حال قدرت ہوتی ہے لہذا اسے ان تمام اقوال و اعمال سے پرہیز کرنا ضروری ہے جن پر غصہ آمادہ کرتا ہے اور اسلامی شریعت نے انھیں حرام قرار دیا ہے۔

۳۔ غصہ کا علاج غصہ آنے سے پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو صبر و تحمل کا عادی اور پابند بنائے۔

۴۔ غصہ کا علاج غصہ آنے کے بعد مندرجہ ذیل ہے:

(۱) غصہ پی جانے کی فضیلت کو یاد کرنا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالْكَاطِمِينَ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ آل عمران ۱۳۴

[غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے]۔ حدیث میں ہے: پہلوان وہ نہیں جو پچھاڑ دے، حقیقی پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو پالے۔ (متفق علیہ) بہادری جسمانی قوت سے نہیں بلکہ دماغی قوت سے ہوتی ہے، جو شخص حالت غضب میں بھی اپنے آپ کو حق کا پابند رکھتا ہے وہی دراصل بہادر ہے۔

(۲) شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرنا۔ أعوذ باللہ من الشیطان

الرجیم پڑھنا

(۳) وضو کرنا

(۴) موجودہ حالت و ہیئت کو تبدیل کر لینا یعنی اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جانا، بیٹھا ہے تو لیٹ جانا۔

۵۔ غصہ کے معاملہ میں انسانوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جو اس قدر غضبناک ہو جاتے ہیں کہ ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں اور انھیں اپنے قول و فعل تک کا شعور و احساس نہیں رہ جاتا۔

(۲) جو کسی بھی بات پر غصہ نہیں ہوتے خواہ بڑی سے بڑی بات ہو جائے۔

(۳) جو بوقت ضرورت غصہ ہوتے ہیں اور سبب ختم ہونے پر ان کا غصہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ تیسری حالت سب سے مناسب اور موزوں ہے۔

۶۔ غصہ اگر دنیوی اسباب کی بنا پر ہے تو قابل مذمت ہے لیکن اگر اللہ کے لئے اور حق کی خاطر ہے تو قابل مدح ہے چنانچہ قرآن مجید میں شرک کو دیکھنے پر موسیٰ علیہ السلام کے غضبناک ہونے کا ذکر ہے نیز احادیث میں اللہ کی خاطر نبی ﷺ کے غصہ ہونے کا ذکر ملتا ہے۔

۷۔ غصہ کی بعض قسمیں جبلی اور وہبی ہوتی ہیں اور بعض کسبی اور حاصل کردہ ہوتی ہیں۔ نبی ﷺ نے اُشج عبدالقیس سے فرمایا تھا: تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں: حلم و بردباری اور عدم استعجال۔ انھوں نے سوال کیا: ان دونوں اخلاق پر میں پیدا کیا گیا ہوں یا میں نے انھیں از خود حاصل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ ان دونوں اخلاق پر تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ انھوں نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ! ہر قسم کی تعریفیں اللہ کے لئے جس نے مجھے اپنے پسندیدہ اخلاق پر پیدا فرمایا۔ (مسلم)



## حدیث (۱۷)

عَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْأَحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَةَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابو یعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اچھے برتاؤ کو فرض کیا ہے تو جب تم قتل کرو تو اچھے انداز میں قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھے انداز میں ذبح کرو۔ تم اپنی چھری کو تیز کر لو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔ (مسلم)

فوائد و احکام:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تمام معاملات میں اچھے برتاؤ کو فرض کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اچھے برتاؤ کو پسند کرتا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ

يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٩٥﴾ [بقرہ ۱۹۵] اور اچھا برتاؤ کرو اللہ تعالیٰ اچھا برتاؤ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔]

۲۔ احسان کی دو قسمیں ہیں جن کا بیان حدیث (۲) میں گذر چکا ہے۔ ایک اللہ کی عبادت میں احسان اور دوسرا بندوں کے معاملات میں احسان۔

۳۔ احسانت کی ایک اہم قسم حیوانات کے ساتھ احسان ہے۔ ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جائے اور انہیں ذبح کرتے ہوئے اچھا برتاؤ کیا جائے۔ ذبح کے وقت اچھے برتاؤ کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً چھری تیز رکھی جائے تاکہ جلد روح نکل جائے، ذبیحہ کو آرام پہنچایا جائے یعنی اسے پہلو کے بل لٹا دیا جائے، اس کے چہرے پر پاؤں رکھ لیا جائے، خوب اچھی طرح تیزی کے ساتھ خون نکلنے کے لئے اسے چھوڑ دیا جائے، اس کی رگیں، حلق اور زرخرہ کاٹ دی جائیں، چھری کو ذبح سے پہلے نہ دکھایا جائے اور نہ اس کے سامنے تیز کیا جائے، ایک جانور کو دوسرے جانوروں کے سامنے ذبح نہ کیا جائے اور روح نکلنے سے پہلے اس کی گردن اور ہڈیاں نہ توڑی جائیں اور نہ ہی اس کی جلد اتاری جائے۔

## حدیث (۱۸)

عَنْ أَبِي ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جَنَادَةَ وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: اتَّقِ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَأَتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمَحُّهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ (رواه الترمذی وقال بهذا حدیث حسن وفي بعض النسخ حسن صحيح)

ترجمہ:

ابو ذر اور معاذ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو جس جگہ بھی رہو۔ برائی کے بعد نیکی کر لو نیکی برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا معاملہ کرو۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے بعض نسخوں کے مطابق حسن صحیح قرار دیا ہے)

فوائد و احکام:

۱۔ یہ بہت عظیم حدیث ہے۔ اس کے اندر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو

اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ تقویٰ کا حکم دے کر اللہ کا حق ذکر کر دیا گیا ہے اور اچھے اخلاق کا ذکر کر کے بندوں کا حق۔ درمیان میں کوتاہیوں کی تلافی کا نسخہ بتا دیا گیا ہے۔

۲۔ تقویٰ یہ ہے کہ آدمی اپنے اور عذاب الہی کے مابین بچاؤ کا سامان کر لے بایں طور کہ احکام کی پابندی کرے اور ممنوعات سے دور رہے۔ تقویٰ تمام اگلے اور پچھلے لوگوں کے لئے اللہ کی وصیت ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ مِن قَبْلِكَمُ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ﴾ نساء/۱۳۱] اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو]۔ نیز ہر رسول اپنی قوم سے یہی کہا کرتے تھے ﴿أَعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ﴾ عنکبوت/۱۶] اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو]۔ سلف صالحین بھی باہم اسی کی وصیت اور تاکید کیا کرتے تھے۔

۳۔ تقویٰ، اللہ کا ڈر اور اللہ کی نگرانی کا احساس خلوت و جلوت ہر جگہ مطلوب ہے۔ جہاں لوگوں کی نظر پڑ رہی ہو اور جہاں لوگوں کی آنکھوں سے دور ہوں، جس حالت میں ہوں جس جگہ ہوں، کھلے اور چھپے ہر جگہ اللہ کے ڈرنے کا التزام ہی کامیابی کی کنجی ہے۔ آدمی اللہ کے ساتھ اگر اپنا معاملہ درست کر لے تو اللہ تعالیٰ مخلوقات کے ساتھ اس کے معاملات کو درست

کر دے گا لیکن اگر کوئی بدنصیب اللہ کو ناراض کر کے لوگوں میں قابل تعریف بننا چاہتا ہے تو اللہ بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور تعریف کرنے والے بھی ایک مدت بعد اس کی مذمت کرنے لگتے ہیں۔ دراصل تنہائی میں اللہ کی نگرانی اور اس کے ڈر کا احساس ختم ہو جانا دل کی ایک بیماری ہے اسی لئے قرآن مجید میں اسے منافقین کی ایک صفت قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ منافقین لوگوں سے اپنا حال چھپاتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں چھپاتے اور اللہ سے کوئی چیز کہاں چھپ سکتی ہے کہ اس سے کائنات کا کوئی ذرہ مخفی نہیں۔

۴۔ یہ بات یقینی ہے کہ بندے سے تقویٰ کے تقاضوں کی تکمیل میں ضرور کوتاہی ہو جاتی ہے اس لئے اس ذریعہ کی طرف اشارہ کر دیا گیا جس سے اس کوتاہی کا ازالہ کیا جاسکے، فرمایا: گناہ کے بعد نیکی کر لو نیکی اسے مٹا دے گی۔ نیکی سے توبہ بھی مراد ہو سکتی ہے اور بے شک توبہ اگر خالص ہو تو وہ گناہ کے مٹانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور نیکی سے عام نیکیاں بھی مراد ہو سکتی ہیں، ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ ﴿ہود/۴۱﴾ [یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں]۔

جن نیکیوں کو حدیث میں گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا ہے ان میں سے ایک صلاۃ ہے، حدیث میں اسے گھر کے سامنے پہننے والے ایک نہر سے

تشبیہ دی گئی ہے جس میں آدمی روزانہ پانچ بار غسل کرتا ہو اور اس کے میل کچیل صاف ہو جاتے ہوں یہی مثال صلاۃ کی ہے وہ اسی طرح گناہوں کو دھو دیتی ہے۔ (متفق علیہ)

صلاۃ پُجوتہ، صوم رمضان، قیام اللیل، حج و عمرہ بھی گناہوں کا کفارہ ہیں اور انسان و حیوان بلکہ تمام مخلوقات کے ساتھ حسن سلوک، عفو و کرم، مصیبتوں میں کام آنا، تنگدستی میں امداد و تعاون کرنا وغیرہ بھی گناہوں کا کفارہ ہیں۔ ایسے ہی جسم کو لگنے والی بیماری، مال کو پہنچنے والی مصیبت اور اولاد پر آنے والی آفت بھی گناہوں کا کفارہ ہے۔

۵۔ نیکیوں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں بشرطیکہ وہ صغیرہ گناہ ہوں کیونکہ کبیرہ گناہ کے لئے تو بہ کرنا ضروری ہے۔

۶۔ حدیث میں حسن اخلاق کی ترغیب دی گئی ہے۔ حسن اخلاق یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اس کے شایان شان معاملہ کیا جائے۔ دوسروں کے لئے وہی پسند کیا جائے جو خود اپنے لئے پسند کیا جائے اور جو خود اپنے لئے ناپسند ہو وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند ہو، دوسروں کے ساتھ بھلائی، عفو و کرم اور سخاوت و فیاضی کا معاملہ کیا جائے۔ ان کی طرف سے پہنچنے والی مصیبتوں پر صبر کیا جائے، کسی کو ضرر اور اذیت نہ پہنچائی جائے، ملاقات کے وقت مسکراتے ہوئے اور چہرے پر شگفتگی بکھیرے ہوئے ملا جائے۔

حسن اخلاق قیامت کے دن میزان میں سب سے زیادہ وزنی چیز ہوگی۔ (ترمذی) اور حسن اخلاق والا بروز قیامت نبی ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب اور آپ سے قریبی نشست پانے والا ہوگا۔ (ترمذی) جو شخص سب سے زیادہ حسن اخلاق کا مالک ہے وہ سب سے زیادہ ایمان میں کامل ہے۔ (صحیح الجامع) حسن اخلاق کی بدولت ایک مومن کو صائم و تہجد گزار کا درجہ مل جاتا ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

۷۔ حسن اخلاق اجماع رسول سے حاصل ہوگا کیونکہ آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور آپ کا اسوۂ حسنہ جس طرح زندگی کے دوسرے معاملات میں ہے اخلاق میں بھی ہے۔

## حديث (١٩)

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ  
كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ: يَا غُلَامُ إِنِّي أَعْلَمُكَ  
كَلِمَاتٍ، أَحْفَظِ اللَّهُ يَحْفَظَكَ أَحْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تَجَاهَكَ  
وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَاعْلَمْ أَنَّ  
الْأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعَتْ عَلَىٰ أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا  
بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ وَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ أَنْ يَضُرُّوكَ  
بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ  
الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ (رواه الترمذی) وقال حديث حسن  
صحيح) وَفِي رِوَايَةٍ غَيْرِ التِّرْمِذِيِّ: أَحْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ  
تَعْرِفِ إِلَى اللَّهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفَكَ فِي الشَّدَّةِ وَاعْلَمْ أَنَّ مَا  
أَخْطَاكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبِكَ وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ  
وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكُرْبِ وَأَنَّ مَعَ  
الْعُسْرِ يُسْرًا



ترجمہ:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک روز نبی ﷺ کے پیچھے تھا آپ نے فرمایا: اے بچے! میں تجھے چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں: اللہ کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا، اللہ کی حفاظت کر اس کو اپنے سامنے پائے گا، جب تو مانگ تو اللہ سے مانگ اور جب تو مدد طلب کر تو اللہ سے ہی مدد طلب کر۔ یقیناً جان لے کہ اگر ساری امت اکٹھا ہو جائے کہ تجھے کچھ نفع پہنچا دے تو نفع نہیں پہنچا سکتی مگر صرف اتنا ہی جتنا اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اگر ساری امت اکٹھا ہو جائے کہ تجھے کچھ ضرر پہنچا دے تو ضرر نہیں پہنچا سکتی مگر صرف اتنا ہی جتنا اللہ نے تیرے خلاف لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھائے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے) ترمذی کے علاوہ ایک دوسری روایت میں ہے: اللہ کی حفاظت کر اس کو اپنے سامنے پائے گا، اللہ سے خوشحالی میں پہچان بنا کے رکھ وہ سختی میں تجھے پہچانے گا اور یقین رکھ کہ جو (نعمت یا مصیبت) تجھ سے ہٹ گئی وہ تجھ تک پہنچ نہ سکتی تھی اور جو تجھ کو پہنچ گئی وہ تجھ سے ہٹ نہ سکتی تھی۔ یقین رکھ کہ غلبہ صبر کے ساتھ ہے اور کشادگی تکلیف کے ساتھ ہے اور دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

## فوائد و احکام:

۱۔ امام ابن رجب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عظیم و صیتوں اور امور دین سے متعلق کلی قواعد پر مشتمل ہے۔

۲۔ ”اللہ کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا“، یعنی اس کے دین و شریعت کی حفاظت کرو، صلاتوں کی حفاظت کرو، قسموں کی حفاظت کرو، شرمگاہوں کی حفاظت کرو، اللہ کے حدود کی حفاظت کرو، اس کے حکموں کی پابندی کرو اور اس کی روکی ہوئی چیزوں سے بچ جاؤ۔ جو شخص ایسا کرے گا اللہ اس کے دین کی، اس کے جان و مال کی اور اہل و عیال کی حفاظت فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ زندگی میں گمراہ کن شبہات اور شرک و بدعات سے نیز حرام شہوات و خواہشات سے محفوظ رکھ کر دین کی حفاظت فرمائے گا اور ایمان پر اس کی وفات ہوگی۔ وفات کے بعد عذاب قبر اور عذاب جہنم سے اس کی حفاظت فرمائے گا، اس کو اور اس کے اہل و عیال کو آفات اور بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔ اس کے مال میں برکتیں نازل ہوں گی۔ چوری، ڈکیتی، آتش زنی اور دیگر حوادث سے مال سلامت رہے گا۔

اللہ تعالیٰ صالح بندوں کی اولاد کی بھی حفاظت کرتا ہے جیسا کہ سورہ کہف میں موسیٰ اور خضر علیہم السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ خضر علیہ السلام

نے اللہ کے حکم سے ایک گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کر دیا تھا کیونکہ وہ ایسے دو یتیم بچوں کی تھی جن کا باپ نیک انسان تھا۔

۳۔ جو لوگ اللہ کے دین و شریعت کو ضائع و برباد کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی انھیں ضائع کر دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ توبہ/۶۷ [یہ اللہ کو بھول گئے اللہ نے انھیں بھلا دیا]۔ نیز ارشاد ہے: ﴿فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ﴾ ص/۵ [پس جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو (اور) ٹیڑھا کر دیا]۔ حالت یہ ہو جاتی ہے کہ جن سے انسان خوشی کی امید رکھتا ہے ان سے بھی اسے بچھیننے لگتی ہے۔ اس کے بیوی بچے اور نوکر چاکر سب اس کے نافرمان ہو جاتے ہیں۔

۴۔ اللہ کے دین کی حفاظت کرنے والا اللہ کو اپنے سامنے پائے گا یعنی اللہ تعالیٰ اسے ہر نیکی اور بھلائی کی توفیق دے گا، ہر تنگی میں فراخی اور ہر مشکل میں آسانی فرمائے گا، اس کے دل سے ہر بے جا خوف و اندیشہ دور کر دے گا۔

۵۔ سوال صرف اللہ سے کرو، کسی مخلوق کے سامنے دست طلب دراز نہ کرو کیونکہ اس میں ان کے سامنے ذلت و فقر کا اظہار ہے جو صرف اللہ کے سامنے ہونا چاہئے۔ امام ابن تیمیہ نے کیا خوب فرمایا ہے: ”مخلوق سے سوال کرنے میں تین برائیاں ہیں: (۱) غیر اللہ کے سامنے فقر و محتاجی کا اظہار جو شرک کی ایک صورت ہے۔ (۲) جس سے سوال کیا گیا ہے اس کو تکلیف

پہنچانا جو مخلوق پر ظلم کی ایک صورت ہے۔ (۳) غیر اللہ کے سامنے ذلیل ہونا جو نفس پر ایک ظلم ہے۔“

البتہ اگر کسی وقت انسان مخلوق سے سوال کرنے پر مجبور ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ ایسا سوال ہو جو مخلوق کے بس میں ہو اور اس پر بھی عقیدہ یہ ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک سبب اور ذریعہ ہے ورنہ حقیقی عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

۶۔ حدیث میں اللہ ہی سے مدد مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک اور حدیث میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے: ”اپنے لئے مفید چیز کا حریص بنو، اللہ سے مدد طلب کرو اور عاجز نہ بنو۔“ بنی ہاشم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر صلاۃ کے بعد یہ دعا پڑھا کریں: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحَسْبِ عِبَادَتِكَ [اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما]۔ قرآن پاک میں سورہ فاتحہ کے اندر بندہ کو ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ اللہ کی مدد کے بغیر نہ احکام کی بجا آوری کر سکتا ہے اور نہ ہی ممنوعات سے بچ سکتا ہے اور نہ ہی آسمانی بلاؤں پر صبر کر سکتا ہے لہذا وہ ہر گھڑی اللہ کی مدد کا محتاج ہے اور اسے ہر ساعت اللہ سے مدد مانگنے کی ضرورت ہے۔ امام ابن قیم فرماتے ہیں: استعانت میں دو اصول اکٹھا ہیں: ایک اللہ پر اعتماد کا عقیدہ

دوسرے اس پر عملاً اعتماد۔ بندہ کسی شخص کو لائق اعتماد سمجھتا ہے مگر اس کے باوجود اس پر اعتماد نہیں کرتا کیونکہ اسے اس کی حاجت نہیں ہوتی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کسی کو لائق اعتماد نہ سمجھنے کے باوجود اس کی ضرورت کی بنا پر اس پر اعتماد کرتا ہے کیونکہ اس کا کوئی متبادل اور قائم مقام نہیں ہوتا۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: میں نے غور کیا کہ سب سے زیادہ مفید دعا کون سی ہے تو میں نے پایا کہ وہ دعا اللہ سے اس کی مرضی کے کاموں پر مدد مانگنا ہے اور وہ سورہ فاتحہ میں موجود ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾

۷۔ دنیا میں بندہ کو جو نفع و ضرر پہنچتا ہے وہ اس کی تقدیر میں لکھا ہوا ہے۔ جو کچھ انسان کی تقدیر میں ہے پوری دنیا مل کر اسے نہیں ٹال سکتی۔ اس عقیدہ کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ تنہا اللہ ہی سے مدد چاہے، اسی سے سوال کرے اور اسی سے گریہ و زاری کرے اور تنہا اسی کی عبادت کرے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا﴾ توبہ/۵۱] آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی سوائے اس کے جتنا اللہ نے ہمارے حق میں لکھ دیا ہے، وہ ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے۔ نیز ارشاد ہے: ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ﴾ حدید/۲۲] نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے اور نہ (خاص) تمھاری جانوں میں مگر وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ لوح محفوظ میں بندوں کی تقدیر لکھ کر فارغ ہو چکا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھ دی تھی۔ نیز صحیح مسلم میں یہ روایت بھی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول آج ہمارا عمل کس طرح ہے؟ کیا اس طرح کہ قلم خشک ہو چکے ہیں اور تقدیر جاری ہو چکی ہے یا مستقبل میں؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس میں ہے کہ قلم خشک ہو چکے ہیں اور تقدیر جاری ہو چکی ہے۔ تو صحابی نے پوچھا: پھر عمل کو نکر کریں؟ آپ نے فرمایا: عمل کرتے جاؤ ہر کسی کے لئے وہی آسان ہوتا ہے جس پر اس کی تخلیق کی گئی ہے۔

۹۔ جو شخص اپنی صحت و تندرستی، امن و عافیت اور خوشحالی میں اللہ کو یاد رکھے گا، اس کی اطاعت و فرماں برداری کرے گا، واجبات و فرائض کا پابند اور حرام کاموں سے باز رہے گا تو بیماری و خوف اور شدت و مصیبت کی حالت میں اللہ بھی اسے یاد رکھے گا، اسے خوف سے نجات دے گا اور تنگی میں فراخی عطا کرے گا۔ اللہ کے نبی یونس علیہ السلام کے قصہ پر غور کیجئے کہ اللہ نے انھیں مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور سبب یہ بتلایا کہ وہ تسبیح کرنے والے تھے۔ ﴿فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ صافات ۱۲۴] پس اگر یہ پاکی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک اس کے پیٹ میں ہی رہتے۔] جب کہ ظالم فرعون کا قصہ دیکھئے کہ غرق ہونے کے وقت جب اس

نے ایمان کا اعلان کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ تو اہل فساد میں سے تھا۔ ﴿ءَاٰلَآءٌ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ یونس ۹۱ [جواب دیا گیا کہ) اب ایمان لاتا ہے؟ اور پہلے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا]۔

۱۰۔ صبر کرنے سے فتح وغلبہ نصیب ہوتا ہے۔ صبر اپنے اندر بڑے عظیم معانی رکھتا ہے۔ اس میں دشمنوں سے جہاد اور اپنے نفس اور اس کی خواہشات سے جہاد بھی شامل ہے۔ صبر سے متعلق مزید تفصیل حدیث (۲۳) میں آئے گی۔

۱۱۔ جب انسان پر مصیبت پڑتی ہے اور وہ دشواریوں اور سختیوں سے دوچار ہوتا ہے اور اللہ کی طرف لوگھاتا ہے، اس کی رسی کو مضبوطی سے تھامتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسانیوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ الشرح ۵-۶ [پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے]۔

۱۲۔ بچوں کو عقیدہ کی تعلیم دینا اور ان کی دینی تربیت کرنا نہایت اہم اور ضروری ہے۔

۱۳۔ دوران سفر اپنا قیمتی وقت فضول گفتگو میں ضائع کرنے کے بجائے دعوت و تعلیم میں لگانا چاہئے۔ آپ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ کلمات اس وقت سکھلائے تھے جب وہ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھے۔

## حدیث (۲۰)

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرِو الْأَنْصَارِيِّ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ الْأَوْلَىٰ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ (رواه البخاری)

ترجمہ:

ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلی نبوتوں کے کلام میں سے جو بات لوگوں تک پہنچی ہے اس میں سے ایک یہ ہے کہ جب تمہیں شرم نہ ہو تو جو چاہو کرو۔ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)

## فوائد و احکام:

۱۔ حیا ایک ایسا اعلیٰ اخلاقی جوہر ہے جس کے فضائل پچھلی شریعتوں میں بھی بیان کئے گئے تھے۔ درحقیقت وہ ایک ایسی ملکوتی صفت ہے جو انسان کو برائیوں سے روکتی، حقداروں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے بچاتی اور شریفانہ اطوار کو اپنانے پر آمادہ کرتی ہے لیکن وہ شرم جو انسان کو برائیوں



سے نہ روکے بلکہ واجبات کی ادائیگی سے روک دے قابل تعریف نہیں بلکہ قابل مذمت ہے۔

۲۔ حیا کی تعریف میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (متفق علیہ) نیز ارشاد ہے: حیا خیر ہی خیر ہے اور اس کا انجام خیر ہی ہوتا ہے۔ (مسلم)

۳۔ اس عہد پرث کا مطلب دو طرح ہو سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جو کام تم کرنا چاہتے ہو اسے دیکھو اگر وہ ایسا نہ ہو جس سے شرم کیا جائے تو اسے کر ڈالو اور اگر وہ ایسا کام ہو جس سے شرم آتی ہو تو اسے چھوڑ دو اور مخلوق کی پرواہ نہ کرو۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ انسان کو جب شرم نہیں ہوتی تو نہایت بے پرواہی سے جو چاہتا ہے کرتا ہے کیونکہ برائیوں سے روکنے والی چیز حیا ہی ہے جب وہی ختم ہو جائے تو برائی کر ڈالنے کے سارے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں۔

## حدیث (۲۱)

عَنْ أَبِي عَمْرٍو (وَقِيلَ أَبِي عَمْرَةَ) سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْ لِي فِي الْأِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَيْرَكَ قَالَ قُلْ آمَنْتُ بِاللَّهِ ثُمَّ اسْتَقِمَّ (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابوعمر وسفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اسلام کے بارے میں مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجئے جس کے بارے میں آپ کے سوا کسی اور سے نہ پوچھوں آپ نے ارشاد فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر ٹھیک ٹھیک قائم رہو۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

### فوائد و احکام:

۱۔ صحابہ مفید سوالات کرنے کے بڑے حریص تھے خصوصاً ایسے سوالات جن میں علم و عمل پایا جاتا ہے۔ محض علمی اور ذہنی لذت والے سوالات سے وہ دور رہا کرتے تھے کیونکہ جس علم کے نتیجے میں کوئی عمل نہ ہو وہ بیکار اور بے فائدہ ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: علم عمل کو آواز دیتا ہے اگر وہ پہنچا

تو ٹھیک ورنہ علم رخصت ہو جاتا ہے۔

۲۔ یہ بڑی جامع اور نفع بخش وصیت ہے۔ ایمان باللہ اور استقامت ایسی دو چیزیں ہیں جن میں پورا اسلام داخل ہے۔ ایمان تمام امور عقائد یہ اور اعمال قلبیہ کو محیط ہے اور استقامت دائیں بائیں مڑے بغیر اور ہر قسم کی کجروی اور انحراف سے بچ کر صراطِ مستقیم کو اپنانے اور اس پر ثابت قدمی کے ساتھ چلتے رہنے اور اس راہ میں آنے والی ہر مصیبت کو بخوشی برداشت کرنے کا نام ہے اور یہ چیز ہر ظاہری و باطنی اطاعت کو شامل ہے۔

۳۔ قرآن و حدیث میں استقامت کا حکم کئی جگہ آیا ہے اور استقامت اختیار کرنے والوں کو خوشخبری سنائی گئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ﴾ ﴿حم السجده ۶﴾ سو تم اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو۔ [نیز ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَحَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾ ﴿حم السجده ۳۰﴾

[واقعی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔] نیز ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا

هُم يَحْزَنُونَ أَوْلِيكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳﴾ احقاف ۱۳] بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جنے رہے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے یہ تو اہل جنت ہیں جو سدا اسی میں رہیں گے ان اعمال کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے]۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں: اِسْتَقِيمُوا وَلٰكِنْ تُحْضُوا (مستدرک حاکم) استقامت اختیار کرو اور تم ہرگز اس کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتے۔

۲۔ استقامت کے حصول کے لئے معاون اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) خلوت و جلوت ہر حال میں اللہ کو یاد رکھے اور اس کی نگرانی کا یقین دل میں بٹھائے۔

(۲) نفس کی کوتاہی پر اس کا محاسبہ کرے اور ہر غلطی کے بعد حق کی طرف رجوع ہو۔

(۳) نفس کو اطاعت و فرماں برداری پر بزور آمادہ کرے اور اسے نیکیوں کا عادی بنائے۔

یاد رہے کہ جسے ایمان و استقامت نصیب ہوگئی اسے دنیا و آخرت کی

ہر سعادت حاصل ہوگئی۔

## حدیث (۲۲)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَأَحَلَلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَمْتُ الْحَرَامَ وَلَمْ أَزِدْ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا أَذْخُلُ الْجَنَّةَ قَالَ نَعَمْ (رواه مسلم)

ترجمہ:

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ مجھے بتلائیے اگر میں فرض صلاتوں کو ادا کروں اور رمضان کا صوم رکھوں اور حلال کو حلال سمجھوں اور حرام کو حرام سمجھوں اور اس پر کچھ اضافہ نہ کروں کیا جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد و احکام:

۱۔ حدیث میں ذکر کئے گئے اعمال دخول جنت کا سبب ہیں، ان کے

سوا دیگر اسباب بھی موجود ہیں لیکن سائل نے جس قدر سوال کیا تھا اسی کے مطابق نبی ﷺ نے اسے جواب دیا۔

۲۔ حدیث میں حج اور زکاۃ کا ذکر نہیں، ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ حج اس وقت تک فرض نہیں ہوا تھا اور سائل کی حالت سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ فقیر آدمی ہے اور زکاۃ کی استطاعت نہیں رکھتا۔

۳۔ فرض نمازوں کی بہت اہمیت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اسے دخول جنت کا ایک سبب قرار دیا ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا اہتمام اور اس کی پابندی ضروری ہے۔ صحیحین میں نبی ﷺ کی ایک حدیث ہے: جس نے دو ٹھنڈی صلاتیں (فجر و عصر) ادا کیں جنت میں داخل ہوگا۔ نیز ارشاد ہے: جس نے ہر صلاۃ کو اس کے وقت پر ادا کیا اس کے لئے اللہ کے پاس یہ عہد ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (ابوداؤد)

۴۔ صوم رمضان بھی دخول جنت کا ایک سبب ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بندہ کا ہر عمل خود اس کے لئے ہوتا ہے، ہر نیکی کا دس گنا ثواب ہوتا ہے سوائے صوم کے کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ (متفق علیہ)

۵۔ حلال کو حلال سمجھوں کا مطلب یہ ہے کہ اس کو حلال مان کر اس پر عمل کروں لہذا اس میں واجب و مستحب اور مباح سب داخل ہے۔ حرام کو

حرام سمجھوں کا مطلب یہ ہے کہ اس کو حرام مان کر اس سے دور رہوں۔ جس نے کسی حرام کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھا تو اگرچہ وہ اس کا ارتکاب نہ کرے پھر بھی کافر ہو جاتا ہے۔ یہی معاملہ کسی حلال کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھنے پر بھی ہے۔

۶۔ جس شخص نے کسی کمی بیشی کے بغیر فرائض کی ادائیگی کی اور محرمات سے اجتناب کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۷۔ جملہ انسانی اعمال یا تو دل سے کئے جاتے ہیں یا دیگر جسمانی اعضاء سے اور یا شریعت نے انہیں کرنے کی اجازت دی ہے یا ان کے کرنے سے روکا ہے جن کاموں کی اجازت دی گئی ہے انہیں حلال کہا جاتا ہے اور جن کاموں سے روکا گیا ہے انہیں حرام کہا جاتا ہے اس لحاظ سے حلال و حرام میں سارے کام داخل ہو جاتے ہیں۔ جس شخص حلال کو حلال سمجھ کر اپنائے اور حرام کو حرام سمجھ کر دور رہے گویا اس نے پورے دین پر عمل کر لیا کیونکہ حلال و حرام سے باہر کوئی چیز نہیں۔

۸۔ جس شخص کو دینی مسائل معلوم نہ ہوں اسے علماء کرام سے

دریافت کرنا چاہئے، اس میں شرم و حیا نقصان دہ اور قابل مذمت ہے۔

## حدیث (۲۳)

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ  
 تَمَلُّا الْمِيزَانَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمَلَّانِ أَوْ تَمَلَّا مَا بَيْنَ  
 السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلَاةُ نُورٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ  
 وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَاعَ نَفْسَهُ  
 فَمَعْتَقَهَا أَوْ مَوْبِقَهَا (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
 طہارت نصف ایمان ہے اور الحمد للہ میزان کو بھر دے گا اور سبحان اللہ اور  
 الحمد للہ یہ دونوں آسمان وزمین کے درمیان (کی وسعتوں) کو بھر دیں گے۔  
 صلاۃ نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے، قرآن حجت ہے تیرے حق میں  
 یا تیرے خلاف۔ ہر شخص صبح کرتا ہے تو اپنے نفس کو بیچ کر یا آزاد کر لیتا ہے یا  
 ہلاک کر لیتا ہے۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)



## فوائد واحکام:

۱۔ یہ بہت عظیم حدیث ہے، اسلام کی ایک بنیاد ہے اور دین کے بہت سے اہم قواعد پر مشتمل ہے۔

۲۔ طہارت کی بڑی فضیلت ہے اور اسے نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔ شرک و بدعت اور گناہ و معصیت سے نفس کی پاکی اور غلاظت و گندگی سے بذریعہ غسل و وضو جسم کی پاکی یعنی قلبی اور جسمانی دونوں قسم کی طہارت اس حدیث کے مفہوم میں داخل ہے۔

۳۔ الحمد للہ اور سبحان اللہ کے ذریعہ اللہ کا ذکر کرنے میں بہت بڑا اجر و ثواب ہے کیونکہ الحمد للہ میں اللہ کے لئے تمام اوصاف کمال کا اثبات اور ہر ظاہری و باطنی نعمت پر شکر گزاری پائی جاتی ہے اور سبحان اللہ میں ہر نقص و عیب اور مخلوق کی مشابہت سے تنزیہ و تقدیس کا اعتراف ہے۔

۴۔ حدیث میں صلاۃ کو نور کہہ کر صلاۃ کی عظمت و اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ صلاۃ کے ذریعہ دل میں نور پیدا ہوتا ہے، چہرے پہ نور ہوتا ہے، قبر اور حشر و نشر میں نور ہوگا، پل صراط پر نور ہوگا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: جس نے صلاۃ کی پابندی کی اس کے لئے بروز قیامت نور و دلیل اور نجات ہوگی اور جس نے اس کی پابندی نہیں کی اس کے لئے نہ ہی نور ہوگی اور نہ ہی دلیل

اور نجات۔ (مسند احمد)

۵۔ بہ رضا و رغبت صدقہ و خیرات کرنا برہان ہے یعنی صدقہ دینے والے کے ایمان کی صداقت پر دلیل و برہان ہے کیونکہ اس نے اپنے رب کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنا محبوب مال خرچ کیا۔ اس میں فرض زکاۃ بھی داخل ہے اور نفلی صدقات بھی۔ صدقہ و خیرات کی فضیلت میں بہ کثرت احادیث آئی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس دن بھی بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما، دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! سمیٹ کر رکھنے والے کو بربادی عطا فرما۔ (متفق علیہ)

۶۔ صبر کو ضیاء کہا گیا ہے۔ ضیاء عربی میں سورج کی روشنی کو کہتے ہیں جس میں ایک قسم کی تپش اور سوزش ہوتی ہے چونکہ صبر میں بھی نفس پر مشقت اور گرانی ہوتی ہے اور نفس کی مرضی اور خواہش کے خلاف جبر کرنا ہوتا ہے اس لئے اسے ضیاء سے تعبیر کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا ہے اور صبر کرنے والے کو بے حساب اجر و ثواب دینے اور جنت کی نعمتیں عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔

صبر کی تین قسمیں ہیں: اللہ کی اطاعت پر صبر، اس کی معصیت سے صبر اور اس کی قضا و قدر پر صبر۔ اللہ کی اطاعت پر صبر یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو

اللہ کے احکام کی پابندی پر اس طرح لگا دے کہ اطاعت گراں نہ گزرے۔ اور اللہ کی معصیت سے صبر یہ ہے کہ اللہ کی رضا کی خاطر اپنے آپ کو گناہوں اور نافرمانیوں سے باز رکھے۔ اور قضا و قدر پر صبر یہ ہے کہ جان و مال اور اہل و عیال میں کیسی بھی مصیبت پڑے نہ ہی دل میں کسی طرح اللہ کی تقدیر پر غصہ اور شکایت آنے دے اور نہ ہی ہاتھ یا زبان سے کوئی ایسی حرکت کرے جس سے تقدیر پر ناراضگی کا پتہ چلتا ہو اور اس بات کا یقین رکھے کہ جو مصیبت اس پر آپڑی ہے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو مصیبت ٹل گئی ہے پڑ نہیں سکتی تھی اور اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ مومن کا معاملہ عجیب ہے اس کی ہر ہر حالت میں خیر ہے اور یہ بھلائی صرف مومن کو حاصل ہے۔ اگر اسے نعمت ملتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے حق میں بہتر ہے اور اگر مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ (مسلم)

۷۔ قرآن پاک اپنے عامل اور تبع کے لئے حجت ہے قیامت کے دن اس کے لئے سفارشی بن کے آئے گا لیکن اپنے سے منہ موڑنے والے اور عمل نہ کرنے والے کے خلاف حجت ہے اسے جہنم کی طرف لے جائے گا۔ سلف صالحین میں سے کسی کا قول ہے: جو بھی قرآن مجید کے ساتھ بیٹھایا تو نفع لے لے کے اٹھایا خسارہ کر کے اٹھا۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَنُنزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا

هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿﴾  
 اسراء ۸۲] یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا  
 اور رحمت ہے ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔

۸۔ سارے لوگ صبح کر کے محنت و مشقت میں لگ جاتے ہیں لیکن  
 کسی کی مشقت اسے ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے اور کسی کی مشقت اسے  
 نجات کی طرف لے جاتی ہے۔ جو شخص اللہ کے حکم کے مطابق کد و کاوش کرتا  
 ہے وہ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتا ہے اور جو شخص اس کے  
 برخلاف شیطانی راہوں پر گامزن ہوتا ہے، اللہ کے غضب کو دعوت دینے  
 والے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے وہ ذلیل ہو کر ہلاکت میں جا پڑتا ہے۔

## حدیث (۲۴)

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَرَوِي عَنْ  
اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنَّهُ قَالَ يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي  
وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا  
مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَكْمَلْتُهُ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ  
كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْمَلْتُهُ يَا عِبَادِي إِنَّمَا كُنْتُ بَالِغًا بِاللَّيْلِ  
وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ يَا  
عِبَادِي إِنِّي لَنْ تَبْلُغُوا ضُرِّي فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي  
فَتَنْفَعُونِي يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ  
كَانُوا عَلَى اتَّقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ مَّارَادَ ذَلِكَ فِي  
مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ  
كَانُوا عَلَى قَلْبِ أَفْجَرِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي  
شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا  
فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ

ذَالِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمَخِيطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا  
عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أَحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أَوْفِيكُمْ فَمَنْ وَجَدَ  
خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يُلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ  
(رواه مسلم)

ترجمہ:

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے پس ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جسے میں کھانا کھاؤں پس مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جسے میں لباس پہناؤں پس مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب شب و روز خطائیں کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخشا ہوں پس مجھ سے بخشش مانگو میں تم کو بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب کی رسائی مجھے ضرر پہنچانے تک

نہیں ہو سکتی کہ تم مجھے ضرر پہنچا دو اور نہ ہی تمہاری رسائی مجھے نفع پہنچانے تک ہو سکتی ہے کہ تم مجھے نفع پہنچا دو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے کے لوگ اور تمہارے آخر کے لوگ اور تمہارے انسان اور تمہارے جن تم میں سب سے زیادہ متقی شخص کے دل جیسے ہو جائیں تو یہ میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہ کرے گا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے کے لوگ اور تمہارے آخر کے لوگ اور تمہارے انسان اور تمہارے جن تم میں سب سے زیادہ فاجر شخص کے دل جیسے ہو جائیں تو یہ میری سلطنت میں کچھ کمی نہ کرے گا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے کے لوگ اور تمہارے آخر کے لوگ اور تمہارے انسان اور تمہارے جن ایک کھلے میدان میں کھڑے ہو جائیں اور سب مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کو اس کا سوال دے دوں تو اس سے میرے خزانوں میں کوئی کمی نہ ہوگی سوائے ایسے جیسے ایک سوئی سمندر میں ڈبونے کے بعد کم کر دیا کرتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جنہیں میں تمہارے لئے شمار کر کے رکھتا ہوں پھر تم کو اس کا بدلہ دیتا ہوں پس جو بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد بیان کرے اور جو اس کے سوا کچھ اور پائے تو وہ اپنے آپ ہی کی ملامت کرے۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

## فوائد واحکام:

۱۔ یہ حدیث حدیث قدسی کہلاتی ہے کیونکہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے روایت کر رہے ہیں۔ یہ بہت اہم اور عظمت والی حدیث ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کر لیا ہے کیونکہ وہ مکمل عدل و انصاف والا ہے اس کے عدل میں کوئی کمی نہیں ہے۔ ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ [نساء/۴۰] بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَعْْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا﴾ [طہ/۱۱۳] اور جو نیک اعمال کرے اور ایمان دار بھی ہو تو نہ اسے بے انصافی کا کھٹکا ہوگا نہ حق تلفی کا۔

اللہ تعالیٰ نے قدرت کے باوجود بندوں پر ظلم و زیادتی کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے یہ اس کا بہت بڑا فضل و احسان ہے۔

۳۔ ظلم کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ بندہ خود اپنی جان پر ظلم کرے اور وہ یہ کہ شرک کا ارتکاب کرے جو سب سے بڑا ظلم ہے ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [لقمان/۱۳] یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے [یا گناہ صغیرہ یا کبیرہ کا ارتکاب کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾ [جوالہد کے حدود سے تجاوز کرتا ہے



یقیناً اس نے اپنی جان پر ظلم کیا [ظلم کی دوسری صورت یہ ہے کہ بندہ دوسرے پر ظلم و زیادتی کرے اور یہ بھی حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔

۴۔ بندوں پر باہم ظلم و زیادتی حرام ہے۔ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ارشاد فرمایا: تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہے جس طرح اس شہر (مکہ) میں اس مہینہ (ذوالحجہ) میں آج کے دن (عرفہ) کی حرمت ہے۔ (متفق علیہ) نیز ارشاد ہے: ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کی صورت میں ہوگا۔ (متفق علیہ) نیز ارشاد ہے: جس نے اپنے بھائی پر کوئی زیادتی کی ہو تو اس سے معاف کروالے کیونکہ وہاں (بروز قیامت) درہم و دینار نہیں ہوگا اور اس کی نیکیاں اس سے لے کر اس کے بھائی کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں تو اس کے بھائی کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

۵۔ اللہ سے ہدایت طلب کرنا ضروری ہے اسی لئے ہر صلاۃ کی ہر رکعت میں ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ کی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ اپنی رات کی دعا میں پڑھا کرتے تھے: اِهْدِنِي لِمَا اخْتَلَفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ (صحیح مسلم)

[اختلافی امور میں اپنے حکم سے مجھے حق کی ہدایت نصیب فرما۔ بے شک تو ہی

جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب فرماتا ہے۔ [ نیز نبی ﷺ سے ایک دعا اس طرح مروی ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتَّقٰى وَالعَفَافَ وَالعِنٰى۔ (صحیح مسلم) ] اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی اور بے نیازی کا سوال کرتا ہوں ]

صحیح مسلم میں طارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص اسلام لاتا تو نبی ﷺ اسے صلاۃ کی تعلیم دیتے پھر اسے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیتے: اَللّٰهُمَّ اغْنِنِيْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ۔ اے اللہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر، مجھے ہدایت دے، مجھے عافیت دے، اور مجھے رزق عطا فرما۔

۶۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بندہ اپنے دین و دنیا کی تمام ضرورتوں کا سوال اللہ ہی سے کرے۔ جیسے بندہ اللہ سے ہدایت و مغفرت کا سوال کرتا ہے ویسے ہی کھانے، پینے اور پہننے کی چیزیں بھی اسی سے مانگے۔ ایک اور حدیث میں ہے: تم میں سے ہر کوئی اپنی ہر ضرورت اپنے رب ہی سے مانگے حتیٰ کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جانے پر وہ بھی اسی سے مانگے۔ (صحیح ابن حبان)

۷۔ اللہ تعالیٰ رزاق ہے اور اسی کے ہاتھ میں رزق کے خزانے اور اس کی کنجیاں ہیں۔ ارشاد مولا ہے: ﴿فَابْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ﴾ عکبوت/۱۷ [تم اللہ ہی سے روزیاں طلب کرو اور اسی کی عبادت

کرو]۔ اس لئے جب بھی بندہ مومن کو تنگدستی کا سامنا ہوتا ہے یا وہ فقر و محتاجی میں گھر جاتا ہے تو وہ لوگوں سے اپنی امیدیں وابستہ کرنے کے بجائے اسی رب کے سامنے اپنی حاجتیں رکھتا ہے، اسی سے لو لگاتا اور اسی کے فضل و کرم کا طالب ہوتا ہے۔

۸۔ آدم کے بیٹے صبح و شام خطائیں کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں اللہ کی جانب سے عفو و مغفرت کا مشردہ ہے بشرطیکہ بندہ اس سے مغفرت کا طالب ہو حالانکہ بہت سارا فضل و کرم طلب مغفرت کے بغیر بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو ختم کر کے ایک ایسی قوم لائے گا جو گناہ کریں گے پھر اپنے رب سے مغفرت کے طالب ہوں گے اور اللہ ان کی بخشش فرمائے گا۔ (مسلم)

۹۔ سچی توبہ اور استغفار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بندہ کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے ان کی کمیت و کیفیت جیسی ہی ہو۔ تفصیل حدیث (۴۲) میں آرہی ہے۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے نیاز ہے، اسے اطاعت گزاروں کی اطاعت سے نہ کوئی نفع پہنچتا اور نہ معصیت کاروں کی معصیت سے کوئی ضرر پہنچتا ہے۔ اللہ کا ایک نام غنی (بے نیاز) اور دوسرا نام حمید (قابل

تعریف) ہے۔

۱۱۔ حدیث سے اللہ کی قدرت و سلطنت اور بے نیازی کا کمال ظاہر ہوتا ہے کہ اگر وہ بیک وقت و بیک مقام سارے انسان و جنات کو ان کی مانگی ہوئی مرادیں عطا کر دے تب بھی اس کے خزانے ختم نہیں ہوں گے بلکہ خرچ کرنے سے کم بھی نہ ہوں گے۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے عمل گن گن کے رکھتا ہے اور انھیں اس کا بھر پور بدلہ دے گا، اگر عمل خیر ہے تو اس کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا بلکہ اس سے بھی کئی گنا بڑھا کر عطا فرمائے گا لیکن اگر عمل بد رہا تو اس جیسا ہی بدلہ ملے گا زیادتی نہ ہوگی البتہ اگر اللہ چاہے گا تو اسے بھی معاف کر دے گا۔

۱۳۔ نیکیوں کی توفیق اور عمل خیر کی آسانی ایک نعمت ہے جس پر بندہ کو اللہ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

۱۴۔ نافرمان کے لئے ایک دن ایسا آنے والا ہے جب وہ اپنے آپ کی ملامت کرے گا لیکن اس دن ندامت و ملامت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ وقت گذر چکا ہوگا، آج دنیا میں مہلت ہے کہ انسان اپنے گناہوں سے باز آجائے اور اللہ کی طرف رجوع کر لے۔

## حدیث (۲۵)

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأَجُورِ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيُصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ قَالَ أَوْلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُونَ إِنَّ بِكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ حَمِيمَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيَّتِي أَحَدُنَا شَهَوْتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ كَانَ عَلَيْهِ وَزْرٌ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي حَلَالٍ كَانَ لَهُ أَجْرٌ (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابو ذرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! دولت مند لوگ سارا ثواب لے گئے وہ صلاۃ پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں، وہ صوم رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں،

اس پر مزید وہ اپنے فاضل مالوں میں سے صدقہ و خیرات کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ نے بعض اعمال ایسے نہ بنائے ہیں جن کے ذریعہ تم صدقہ کرو، ہر اللہ اکبر ایک صدقہ ہے، ہر الحمد للہ ایک صدقہ ہے، ہر لا الہ الا اللہ ایک صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے منع کرنا صدقہ ہے اور تمہاری شہرگاہ (کے حلال استعمال کرنے) میں صدقہ ہے۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرتا ہے اور اس میں بھی اجر پاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتلاؤ اگر وہ اسے حرام میں استعمال کرتا تو اس پر گناہ ہونا؟ ایسے ہی جب اس نے اسے حلال میں استعمال کیا تو اس کے لئے ثواب ہے۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

## فوائد و احکام:

۱۔ صحابہ کرام کے اندر نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور آگے بڑھنے کا شدید جذبہ موجود تھا اسی لئے جب غریب مہاجرین نے دیکھا کہ مالدار لوگ صدقہ و خیرات کر لینے کی وجہ سے ان سے آگے بڑھ گئے تو انہوں نے بھی اس بلند مقام کو پانے کے لئے نبی ﷺ سے دریافت کیا چنانچہ آپ نے ان کو ایسے صدقات کی رہنمائی کی جس کی وہ استطاعت رکھتے

- تھے آپ نے انھیں بتلایا کہ اللہ کا ذکر صدقہ کے قائم مقام ہے۔
- ۲۔ ایک مسلمان کے لئے اپنے مسلمان بھائی کو ملی ہوئی نعمت کے پانے کی تمنا کرنا جائز ہے جیسا کہ غریب صحابہ نے مالدار صحابہ پر رشک کیا لیکن اس نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرنا حسد ہے اور حرام ہے۔
- ۳۔ درحقیقت نیکیاں ہی مقابلہ کا کشادہ میدان ہیں، اہل ایمان دنیاوی ترقیوں، مال و دولت، بلند عمارتوں اور زیب و زینت میں مقابلہ کرنے کے بجائے اعمال خیر میں مقابلہ کیا کرتے ہیں۔
- ۴۔ تسبیح و تحمید اور تہلیل و تکبیر اللہ کا بہترین ذکر ہیں اور صدقہ کے قائم مقام ہیں۔ ذکر کے بعض فضائل حدیث (۲۳) میں گزر چکے ہیں۔
- ۵۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ایک صدقہ ہے۔ معروف وہ ہے جو شریعت میں معروف ہو اور شریعت نے اسے باقی و ثابت رکھا ہو اور منکر وہ ہے جس کا شریعت نے انکار کیا ہو اور اسے باقی و ثابت نہ رکھا ہو۔
- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی وہ عمل ہے جس کی بنا پر اس امت کو اللہ تعالیٰ نے خیر امت کہا ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ آل عمران ۱۱۰ [تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو]۔

امرا بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑنا لعنت کا باعث ہے: ﴿لَعْنَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ﴾ [بنی اسرائیل کے کافروں پر داود علیہ السلام اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے آگے بڑھ جاتے تھے آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا تھا]۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سے جو کوئی کسی منکر کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مسلم)

ایک شخص جو خود کسی عملی کوتاہی میں مبتلا ہے کیا وہ کسی دوسرے کو بھلائی کا حکم دے سکتا اور برائی سے روک سکتا ہے؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب یہ ہے کہ ہر بندے پر دو چیزیں فرض ہیں ایک خود اپنے نفس کو بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور دوسرا فرض دوسروں کو بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، اگر کسی بندے سے ایک حکم کی ادائیگی میں کوتاہی ہو رہی ہو تو اسے دوسرے حکم کی ادائیگی ضرور کرنی چاہئے تاکہ اس پر دوہرا گناہ اکٹھا نہ



ہو۔ البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اکمل و افضل طریقہ بہر صورت یہی ہے کہ انسان جن باتوں کا دوسروں کو حکم دے رہا ہے پہلے خود ان پر عمل پیرا ہو اور جن باتوں سے روک رہا ہے خود بھی ان سے پرہیز کرتا ہو۔

۶۔ بیوی کے پاس جانا اور اس سے ہمبستری کرنا صدقہ ہے خصوصاً اس وقت جبکہ اس سے اپنی اور اپنی بیوی کی شرمگاہوں کی حفاظت، عفت و پاکدامنی اور صالح اولاد کا حصول مقصود ہو جن کی تعلیم و تربیت اللہ کی مرضی کے مطابق کرے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عمل میں نیک نیتی کی بڑی اہمیت ہے۔

۷۔ حلال کو اختیار کرنا اور حرام سے بچا جاسکے باعث اجر و ثواب ہے۔ واضح رہے کہ حلال میں ان تمام ہرام چیزوں کا پاکیزہ بدل موجود ہے جن کی طرف انسان کی طبیعت مائل ہوتی ہے، اگر کوئی چاہے تو حلال کو اپنا کر حرام سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ کیا ہی عمدہ دعا ہے: اَللّٰهُمَّ اَكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ [اے اللہ حلال میں مجھے خود کفیل بنا دے اور حرام سے بچالے، اور اپنے فضل کے ذریعہ اپنے سوا دوسروں سے مجھے بے نیاز کر دے]۔

۸۔ خیر اور نیکی کے راستے بہت سے ہیں اگر کسی کو کسی خاص نیکی کی استطاعت نہیں ہے تو نیکی کا دوسرا دروازہ اس کے لئے کھلا ہوا ہے، جو غریب ہونے کی بنا پر صدقہ و خیرات نہیں کر سکتا وہ اللہ کا ذکر بہ آسانی کر سکتا ہے۔

## حدیث (۲۶)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِينُ لِرَجُلٍ فِي دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعًا صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ يَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ وَيَمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ (رواه البخاری و مسلم)

### ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دن جس میں سورج نکلتا ہے انسان کے جسم کے ہر ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے۔ پیدل کو اپنی سواری پر سوار کر لینا یا اس کا سامان اپنی سواری پر لاد لینا صدقہ ہے۔ پاکیزہ کلام صدقہ ہے۔ صلاۃ کے لئے اٹھنے والا ہر قدم صدقہ ہے۔ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا صدقہ ہے۔

(اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)

## فوائد و احکام:

۱۔ ہر صبح انسان کے بدن کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے اور پھر مختلف اعمال خیر اس صدقہ کی ادائیگی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ صحیح مسلم میں اسی حدیث کے اندر یہ زیادتی موجود ہے: صحیحی (چاشت) کے وقت کی دو رکعتیں پڑھ لینا ان سب کی طرف سے کافی ہے۔

۲۔ بدن کی ہڈیاں اور اس کے جوڑ اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں، ان نعمتوں کے شکریہ میں ہر ہر جوڑ پر ایک صدقہ ہوتا ہے۔

۳۔ اختلاف رکھنے والوں کے درمیان عدل و انصاف کا فیصلہ کر دینے اور ان میں اصلاح کر دینے کی بڑی فضیلت ہے، یہ بھی ایک صدقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ [أنفال] سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو [اصلاح کے لئے زبان و بیان، دست و بازو، مال و دولت اور جاہ و حشمت کی ہر ممکن طاقت استعمال کرنی چاہئے کیونکہ باہمی اختلافات معاشرے کا زخم ہیں اگر ان پر اصلاح کا مرہم نہیں رکھا گیا تو وہ بڑھ کر ناسور ہو جائیں گے یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے درمیان اصلاح کی خاطر جھوٹ بولنے تک کی اجازت دی گئی ہے۔

۴۔ کسی مسلمان کو اپنی سواری پر سوار کر لینا یا اس کا ساز و سامان سواری پر رکھ لینا بھی صدقہ ہے۔

۵۔ اس حدیث میں مسلمانوں کو باہمی تعاون کی فضا بنانے کی دعوت دی گئی ہے اور آپس میں حسن سلوک اور بھائی چارگی کے معاملے کو فروغ دینے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

۶۔ پاکیزہ کلمہ صدقہ ہے۔ تسبیح و تحمید، تکبیر و تہلیل، دعوت الی اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سب پاکیزہ کلمات میں داخل ہیں۔ ایسے ہی ضرورت مندوں کی سفارش، حق کوئی اور لوگوں کی اصلاح اور باہمی الفت و محبت کی باتیں بھی عمدہ پاکیزہ کلمات میں سے ہیں۔

۷۔ مسجد کی طرف اٹھنے والا ہر قدم بصدقہ ہے۔ اس سلسلہ میں کئی احادیث آئی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح یا شام کو مسجد جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سامان ضیافت تیار کر کے رکھتا ہے جب جب وہ مسجد میں صبح یا شام کو جاتا ہے۔ (بخاری) نیز رسول اللہ ﷺ نے ایک بار فرمایا: کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹاتا اور درجات کو بلند کرتا ہے؟ صحابہ نے کہا: ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: طبیعت پر شاق گذرنے کے وقت مکمل وضو کرنا، مسجدوں کی طرف زیادہ سے زیادہ قدم اٹھانا، ایک صلاۃ کے بعد دوسری صلاۃ کا انتظار کرنا،

یہی رباط ہے، یہی رباط ہے۔ (مسلم) رباط کا مفہوم ہے اسلامی سرحدوں کی پہرہ داری جس کے فضائل کی بڑی کثرت اور شہرت ہے۔

نیز ارشاد ہے: صلاۃ میں سب سے زیادہ ثواب اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو سب سے زیادہ دوری سے چل کے آتا ہے پھر وہ جو اس سے کم پھر وہ جو اس سے کم دوری سے چل کے آتا ہے۔ (متفق علیہ)

۸۔ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں جیسے پتھر یا کانٹے یا گندگی یا شیشہ وغیرہ کا ہٹا دینا جس سے چلنے اور گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے صدقہ ہے۔ اس سے صفائی ستھرائی کی اہمیت معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا صدقہ کے برابر ہے تو ظاہر ہے کہ راستہ میں تکلیف دہ چیزوں کا پھینکنا گناہ اور جرم ہوگا۔ اگر اس نبوی تعلیم کو اپنایا جائے تو مسلمانوں کی بستیاں مثالی بستیاں بن سکتی ہیں۔

## حدیث (۲۷)

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْأَثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ (رواه مسلم) وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْأَثْمِ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ اسْتَفْتِ قَلْبَكَ الْبِرُّ مَا أَطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَأَطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْأَثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَاكَ (حدیث حسن رویناہ فی مسندی الإمامین أحمد بن حنبل والدارمی باسناد حسن)

ترجمہ:

نوواس بن سمعان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور اس پر لوگوں کا مطلع ہونا تمہیں ناگوار ہو۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے) وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا: تم نیکی کے بارے میں سوال کرنے آئے ہو؟ میں نے کہا:

ہاں۔ آپ نے فرمایا: اپنے دل سے پوچھو، نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہو اور جس پر دل پرسکون ہو اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور سینہ میں تردد پیدا کرے اگرچہ لوگ تمہیں فتویٰ دیں، اگرچہ لوگ تمہیں فتویٰ دیں۔ (حدیث حسن ہے۔ مسند امام احمد اور مسند امام دارمی میں بہ سند حسن مروی ہے)

## فوائد و احکام:

۱۔ حسن اخلاق بڑی فضیلت والی چیز ہے کہ اسے ہی نبی ﷺ نے نیکی قرار دیا۔ حسن اخلاق میں وہ تمام فضائل و مکارم داخل ہیں جن کی طرف قرآن عظیم نے دعوت دی ہے اور جن کو اپنا کر رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا جیسا معاملہ اللہ کے ساتھ تھا اور جیسا کچھ اللہ کے بندوں کے ساتھ تھا وہی اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہے کیونکہ آپ ﷺ اخلاق کے سب سے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

۲۔ گناہ کا پیمانہ یہ ہے کہ اس سے دل میں تنگی و بے چینی اور قلق و اضطراب پیدا ہوتا ہے اس کے برخلاف نیکی پر انسان کا ضمیر مطمئن اور اس کا دل پرسکون ہوتا ہے۔

۳۔ مومن کو ہمیشہ اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ لوگوں کو اس کے عیوب کی اطلاع نہ ہو اس کے برخلاف فاسق و فاجر لا پرواہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات جرأت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ لوگوں کے سامنے علانیہ جرائم کرتا ہے اور

ان کی تنقید و عیب گیری سے اس کی پیشانی پر کوئی شکن نہیں پڑتا اور بعض کی ڈھٹائی، بدبختی و بے حیائی تو یہاں تک جا پہنچتی ہے کہ وہ اپنے گناہوں پر فخر کرتے ہیں۔

۴۔ آدمی شہبہ کی چیزوں کو چھوڑ کر ایسے کام کرے جو شک سے پاک ہوں، شہبہات میں پڑنے سے انسان حرام میں بھی جا پڑتا ہے۔

۵۔ جس عمل کے مباح و جائز ہونے کی شرعی دلیل موجود ہو تو دل مطمئن ہو یا نہ ہو دلیل پر چلنا ضروری ہے کیونکہ دل کی بے قراری کے اسباب شہبہ کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر سفر میں صوم توڑنے اور چار رکعتوں والی صلاتوں کو دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت ہے بسا اوقات لوگوں کا دل اس پر مطمئن نہیں ہوتا لیکن چونکہ شرعی دلیل واضح طور پر موجود ہے اس لئے اپنے نفس کی مخالفت کر کے اتباع دلیل واجب ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر کعبہ پہنچنے سے پہلے ہی نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو قربانی کر لینے اور احرام کھول دینے کا حکم فرمایا صحابہ کو ناگوار ہوا لیکن اس کے باوجود انھوں نے اس پر عمل کیا اور ان کے لئے اسی میں ہر طرح کی بھلائی اور سعادت پنہاں تھی۔

۶۔ حدیث سے دل کا مقام و مرتبہ واضح ہوتا ہے کہ اگر اس کے اندر ایمان و استقامت جاگزیں اور پختہ ہو جائے تو شہبہات کے مواقع پر اس کا فیصلہ درست ہوتا ہے اور نیکی و بدی میں اس کے فیصلہ سے تمیز کی جاسکتی ہے۔



## حدیث (۲۸)

عَنْ أَبِي نَجِيحٍ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ  
وَعَظَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَجِلَّتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا  
الْعُيُونُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّهَا مَوْعِظَةٌ مُودِعٌ فَأَوْصَنَا قَالَ  
أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ  
وَإِنَّهُ مَنْ يَعْشِ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسِيرِي اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ  
بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُوا عَلَيْهَا  
بِالنَّوَاجِدِ وَإِبَائِكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ  
(رواه أبو داود و الترمذی وقال حدیث صحیح)

ترجمہ:

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایسا وعظ فرمایا جس سے دل دہل گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! گویا یہ رخصت کرنے والے کا وعظ ہے پس آپ ہمیں وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور سننے

اور ماننے کی اگرچہ کوئی غلام تم پر امیر بن جائے۔ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت سارے اختلافات دیکھے گا اس وقت تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا اور اسے داڑھوں سے مضبوط تھام لینا اور اپنے آپ کو نئی ایجاد کردہ باتوں سے دور رکھنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے)

## فوائد و احکام:

- ۱۔ یہ حدیث چار اہم وصیتوں پر مشتمل ہے: [۱] اللہ سے ڈرنا [۲] بات سننا اور ماننا [۳] سنت کو مضبوطی سے تھامنا [۴] بدعتوں سے دور رہنا۔
- ۲۔ نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کو وعظ و نصیحت کہا کرتے تھے لیکن روزانہ نہیں بلکہ ناغہ کے ساتھ کیونکہ روز روز کی نصیحت اکتاہٹ کا باعث ہوتی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ہماری اکتاہٹ کے اندیشے سے ہمیں ناغہ دے کر وعظ کیا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)
- ۳۔ وعظ و نصیحت جس قدر بلیغ اور موثر انداز میں ہوا اتنا ہی بہتر ہے۔ دل دہلا دینے والی اور آنکھوں کو اشکبار کر دینے والی چیزوں کے

تذکرے سے وعظ کی تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ نبی ﷺ کے وعظ و تقریر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ جب اپنی تقریر میں قیامت کا ذکر کرتے تو آپ کا غصہ بڑھ جاتا، آواز بلند ہو جاتی، آنکھیں سرخ ہو جاتیں گویا آپ کسی لشکر سے ڈر رہے ہیں کہ وہ صبح یا شام کو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ (مسلم)

واعظین کو وعظ کے لئے ایسی آیات اور احادیث کا انتخاب مناسب ہے جن کا سامعین پر اثر پڑتا ہے اور جن سے دلوں پر رقت طاری ہوتی ہے لیکن اس کے لئے جھوٹی اور ضعیف احادیث، بے ثبوت خوابوں اور قصے کہانیوں کا سہارا لینے کی مطلقاً ضرورت نہیں کیونکہ قرآن مجید اور صحیح احادیث میں جو کچھ ہے بہت کافی ہے۔ دراصل جو شخص اللہ کے بندوں کو نفع پہنچانے میں مخلص ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والے موثر اسلوب سے نواز دیتا ہے اور یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہے جتنا عطا کرے۔

۴۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی وصیتوں کے بڑے حریص تھے۔ احادیث میں اس کی بہت ساری مثالیں پائی جاتی ہیں ایک تو یہی حدیث ہے کہ صحابہ نے کہا: آپ ہمیں وصیت فرمائیے۔ ایک حدیث گذر چکی ہے کہ ایک صحابی نے کہا: مجھے کوئی وصیت کیجئے تو آپ نے فرمایا: غصہ نہ کیا کرو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک صحابی سفر پہ جا رہے تھے تو انھوں نے نبی ﷺ

سے وصیت چاہی تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور ہر بلند مقام پر اللہ کی تکبیر بلند کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

۵۔ حدیث سے تقویٰ اور اس کی وصیت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ آدمی اللہ کے عذاب سے بچاؤ کا سامان کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اگلوں اور پچھلوں کو تقویٰ ہی کی وصیت کی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ اتَّقُوا اللَّهَ﴾ [نساء/۱۳۱] اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

۶۔ مسلمان حاکموں کی سمع و طاعت واجب ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم دیں۔ کتاب و سنت کے بہت سے نصوص اس پر دال ہیں۔ ارشاد باری ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [نساء/۵۹] اے ایمان والو! فرماں برداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرماں برداری کرو رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی]۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: ظاہر یہی ہے کہ یہ آیت علماء اور حکام دونوں طرح کے اختیار والوں اور ذمہ داروں کو شامل ہے۔ واللہ اعلم۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: مسلمان آدمی پر اپنی پسند و ناپسند سب میں سماع و طاعت واجب ہے سوائے اس صورت کے کہ نافرمانی کا حکم دیا جائے اگر اسے نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر سماع و طاعت نہیں ہے۔ (متفق علیہ)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: سنو اور بات مانو اگرچہ تمہارے اوپر ایسا حبشی غلام امیر متعین کر دیا جائے جس کا سر کشمش کی طرح ہو۔ (بخاری)

۷۔ اطاعت صرف معروف کاموں میں ہے، خالق کی معصیت میں کسی کی اطاعت درست نہیں۔ یہیں سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو لوگ خلاف شریعت امور میں بھی اپنے علماء اور حکام کی اطاعت کرتے ہیں، جیسے صوفیاء حضرات مریدوں سے کہتے ہیں کہ پیر کی کسی بات پر اعتراض درست نہیں اور اس کی مخالفت صحیح نہیں گرچہ اس کا عمل صریح گناہ معلوم ہو رہا ہو، ان کا کہنا ہے: بے سجادہ رنگیں کن اگر پیر مغاں ہو۔ ایسے ہی وہ مقلدین بھی کھلی غلطی پر ہیں جو تعصب کی بنا پر نبی ﷺ کی صاف اور صریح حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے امام اور اپنے مذہب کی بات آگے رکھتے ہیں۔

۸۔ یہ حدیث نبی ﷺ کی نبوت کی ایک نشانی اور معجزہ ہے کہ آپ نے امت کے اختلاف کی جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: خبردار! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور یہ ملت عنقریب تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، بہتر جہنم میں جائیں

گے صرف ایک جنت میں جائے گی اور وہ جماعت ہے۔ (صحیح الجامع ۲۶۳۸)  
 مستدرک حاکم اور ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ سے اس  
 نجات یافتہ جماعت سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: آج جس  
 طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں اس طریقہ کو اختیار کرنے والی  
 جماعت نجات یافتہ ہوگی۔

۹۔ نبی ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی کے  
 ساتھ تھامنا اتحاد کا راستہ اور اختلاف و تفرقہ بازی سے حفاظت کا ذریعہ  
 ہے۔ صرف مضبوطی سے تھامنا نہیں بلکہ خوب خوب مضبوطی سے تھامنا جیسے  
 داڑھوں سے کوئی چیز مضبوط پکڑی جاتی ہے تاکہ بدعات و ہوائے نفس میں  
 مبتلا ہو کر آدمی ان راہوں پہ نہ چلا جائے جو سنت اور سلف صالحین کی  
 روش سے مختلف ہیں۔

۱۰۔ حدیث میں بدعتوں سے تحذیر و تنبیہ کی گئی ہے جس کے متعلق  
 تفصیل حدیث (۵) میں گزر چکی ہے۔

## حدیث (۲۹)

عَنْ مُعَاذِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيمٍ وَإِنَّهُ يَسِيرٌ عَلَيَّ مَنْ يَسِرَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ إِلَّا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ الصَّوْمِ جَنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا: تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ حَتَّىٰ بَلَغَ يَعْمَلُونَ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ سِنَامِهِ قُلْتُ بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَأْسُ الْأَمْرِ الْأِسْلَامُ وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ وَذِرْوَةُ سِنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَكَ ذَالِكَ كُلِّهِ قُلْتُ بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَآخِذْ بِلِسَانِهِ وَقَالَ كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخِدُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ فَقَالَ ثَكَلْتِكَ أُمُّكَ وَهَلْ يَكْتُبُ النَّاسُ فِي النَّارِ عَلَيَّ وَجُوهَهُمْ أَوْ قَالَ عَلَيَّ مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ (رواه الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

## ترجمہ:

معاذ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور کر دے۔ آپ نے فرمایا: تم نے بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے البتہ وہ اس شخص کے لئے آسان ہے جس پر اللہ آسان کر دے، تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو، صلاۃ کی پابندی کرو، زکاۃ کو ادا کرو، رمضان کا صوم رکھو، بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا: کیا میں تمہیں خبر کے دروازے نہ بتلا دوں، صوم ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اسی طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور رات کی تنہائی میں آدمی کی صلاۃ۔ پھر آپ نے تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ سے يَغْمَلُونَ تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا: میں تمہیں معاملہ کے سرے، اس کے ستون اور اس کے کوہان کی چوٹی کی خبر نہ دوں؟ میں نے کہا: ضرور اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا: معاملہ کا سراا سلام ہے اور اس کا ستون صلاۃ ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔ پھر فرمایا: کیا میں تم کو ان سب کے اصل کی خبر نہ دوں؟ میں نے کہا: ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنی زبان پکڑ کے ارشاد فرمایا: اس کو اپنے اوپر روک رکھو۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا ہم اس پر بھی پکڑے جائیں گے جو ہم بولتے ہیں؟ آپ نے



فرمایا: تمھاری ماں تمھیں گم کرے آخر لوگوں کو جہنم میں ان کے منہ اور زرخروں کے بل ان کی زبانوں کا کیا ہی تو گرائے گا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

## فوائد و احکام:

۱۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ سے ایسے سوالات کیا کرتے تھے جو ان کے لئے دینی طور پر مفید ہوتے تھے اور جس سے جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ آج لوگوں کا حال یہ ہے کہ لایعنی سوالات کرتے ہیں، کبھی عالم کو آزمانے کے لئے اور کبھی اپنا علم دکھلانے کے لئے۔ اللہ ہمیں نیک توفیق دے۔

۲۔ نبی ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی کی اور ان کا شوق بڑھایا اور ان کے سوال کی تعریف کی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی چیز کا سوال جس سے آدمی جنت پا جائے اور جہنم سے بچ جائے بہت عظیم سوال ہے۔ اسی سوال کا جواب دینے کے لئے تو سارے انبیاء آئے اور ساری کتابیں نازل کی گئیں۔

۳۔ توفیق ارزانی اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے ہدایت دے اس کے لئے ہدایت کی راہ آسان ہو جاتی ہے اور جسے محروم کر دے اس کے لئے

دشوار گزار ہو جاتی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنِيسِرُّهُ لِيُيسِّرَنِي وَآمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنِيسِرُّهُ لِلْعُسْرَىٰ﴾ اللیل/۵-۱۰] جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے) اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہے گا تو ہم بھی اس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے لیکن جس نے بخیلی کی اور بے پروا ہی برتی اور نیک بات کی تکذیب کی تو ہم بھی اس کی تنگی اور مشکل کے سامان میسر کر دیں گے۔

جو لوگ راہ ہدایت اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اس پر ثبات قدمی کی دعا کرتے رہتے ہیں، وہ اللہ کی ذات سے یہ یقین رکھیں کہ وہ ضرور باتوفیق ہوں گے۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ عنکبوت/۶۹] جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انھیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے۔

۴۔ جہنم سے بچانے والی اور جنت میں داخلہ دلانے والی سب سے پہلی چیز توحید ہے۔ اس سے توحید کی اہمیت و عظمت معلوم ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے اندر سب سے پہلا حکم یہی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ البقرة/۲۱] اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے

پہلے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے۔]

توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ربوبیت والوہیت اور اسماء و صفات میں یکتا اور بے مثال مانا جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اپنے تمام کاموں میں اکیلا ہے اور تمام عبادات کا تنہا مستحق ہے اور اس کے جملہ اسماء و صفات اس کے لئے اس کے شایان شان ثابت ہیں اور اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے۔

کسی بھی عبادت کے قبول ہونے کی دو شرطیں ہیں: ایک اخلاص اور دوسرے اتباع سنت۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ النساء/۱۲۵ [باعتبار دین کے اس سے اچھا کون ہے؟ جو اپنے کو اللہ کے تابع کر دے اور ہو بھی نیکو کار]۔ اللہ کے تابع ہونے کا مطلب اللہ کے لئے مخلص ہونا اور نیکو کار ہونے کا مطلب ہے اتباع سنت ہونا۔

۵۔ شرک ایسا منحوس اور خطرناک عمل ہے جس کے ہوتے ہوئے انسان کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ شرک اس روئے زمین پر کئے جانے والے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ شرک کرنے والے انسان پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

شرک یہ ہے کہ اللہ کی خصوصیات میں غیر اللہ کو اللہ کے برابر کر دیا

جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک شرک اکبر جس سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور توبہ کے بغیر اس کی بخشش نہیں ہوتی۔ اور دوسری قسم شرک اصغر ہے جو شرک اکبر تک پہنچانے کا ذریعہ ہے مثلاً ریا و نمود، غیر اللہ کی قسم وغیرہ۔

شرک اکبر یہ ہے کہ وہ امور جن کا مستحق صرف اللہ ہے غیر اللہ کو دے دیئے جائیں یا کوئی عبادت غیر اللہ کے لئے کی جائے۔ اس کی چار قسمیں ہیں:

[۱]۔ دعا میں شرک: عبادت میں شرک کی تمام قسمیں اس میں داخل ہیں مثلاً غیر اللہ سے دعا کرنا، ان سے مدد مانگنا، ان سے فریاد کرنا، ان کی پناہ ڈھونڈنا، ان کے لئے قیام، رکوع اور سجدہ کرنا، ان کے لئے نذر و نیاز دینا یا جانور ذبح کرنا، کعبہ کے سوا کسی اور جگہ کا طواف اور حج کرنا وغیرہ۔ یا بول اللہ مدد، یا علی مدد، یا غوث مدد پکارنے والا شرک میں واقع ہو جاتا ہے۔

[۲]۔ نیت و ارادہ میں شرک: اور اس کی چار قسمیں ہیں:

- (۱) جنت کی طلب اور جہنم سے نجات مقصد ہونے کے بجائے جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت اور دنیوی ترقی وغیرہ مقصود ہو۔
- (۲) آخرت کے ثواب کے بجائے صرف لوگوں کو دکھانا مقصود ہو۔
- (۳) نیک عمل کر کے صرف مال کمانا مقصود ہو مثلاً مال کمانے کے لئے حج

کرے یا جہاد کرے یا صلوة کی پابندی اس لئے کرے کیونکہ مسجد میں ملازم ہے وغیرہ۔

(۴) عمل تو خالص اللہ کے لئے کرے لیکن ساتھ ہی کوئی ایسا کفریہ عمل بھی کرتا ہو جس سے اسلام سے نکل جائے۔

[۳]۔ اطاعت میں شرک: اطاعت میں شرک یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کی واضح صحیح اور صریح دلیل آجانے کے باوجود اپنے عالم، عبادت گزار، امام اور بڑے کی بات نہ چھوڑے اور قرآن و حدیث کو چھوڑ دے۔

[۴]۔ محبت میں شرک: نذر اللہ سے اللہ جیسی یا اللہ سے بڑھ کر محبت رکھنا شرک ہو جاتا ہے۔

۶۔ ارکان اسلام کی بڑی اہمیت ہے، شریعت کے مطابق ان کی ادائیگی اور پابندی جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

۷۔ خیر کے دروازے بہت سے ہیں۔ واجبات و فرائض کے علاوہ نوافل و مستحبات بہ کثرت ہیں۔

۸۔ صوم ڈھال ہے جس کے ذریعہ مومن دنیا میں معصیت اور گناہ سے اور آخرت میں جہنم سے اپنا بچاؤ کرتا ہے۔ ماہ رمضان کے فرض صوم کے علاوہ بعض دوسرے ایام میں صوم رکھنے کی ترغیب احادیث میں آئی ہے جو حسب ذیل ہیں:

محرم کی دسویں تاریخ کا صوم، میدان عرفات میں موجود حایوں کے علاوہ کے لئے عرفہ (۹ رذوالحجہ) کا صوم، سوموار اور جمعرات کا صوم، ہرمہینہ میں تین دن کا صوم، ایک دن نانہ کر کے صوم، شوال کے چھ دنوں کا صوم، ماہ محرم اور ماہ شعبان میں صوم۔

۹۔ صدقہ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ وہ گناہوں کو مٹاتا اور ان کا کفارہ بنتا ہے۔ نیز نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ہر آدمی (بروز قیامت) اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا جہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ (صحیح الترغیب)

۱۰۔ قیام اللیل خیر کا ایک عظیم دروازہ ہے۔ اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرض کے بعد سب سے افضل صلاۃ رات کی صلاۃ ہے۔ (صحیح مسلم) عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھاؤ، اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو صلاۃ پڑھو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ بے شک رات میں ایک گھڑی ایسی ہے جسے کوئی مسلمان شخص اللہ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگتے ہوئے پا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا سوال ضرور عطا فرماتا ہے اور وہ گھڑی ہر رات میں

آتی ہے۔ (مسلم)

۱۱۔ نبی ﷺ بھی قرآن پاک کو بطور دلیل پیش کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے رات کی صلاۃ کی اہمیت بتلاتے ہوئے آیت تلاوت فرمائی: ﴿تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ سجدہ ۱۶/ [ان کے پہلو اپنے بستروں سے الگ رہتے ہیں]۔

۱۲۔ دین کا سر اسلام ہے۔ اسلام سے مراد شہادتین ہے جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی تفسیر موجود ہے۔ جو شخص اپنے ظاہر و باطن میں شہادتین کا اقرار نہ کرے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اور شہادتین کے بعد سب سے اہم چیز صلاۃ ہے جسے حدیث میں اسلام کا ستون قرار دیا گیا ہے۔

۱۳۔ اللہ کے یہاں جہاد فی سبیل اللہ کا بڑا عظیم مرتبہ ہے اسی لئے اسے کوہان کی بلندی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جہاد کی فضیلت میں بے شمار آیات و احادیث ہیں۔ جہاد جان سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی اور زبان سے بھی۔ جان سے جہاد یہ ہے کہ کفار سے لڑائی میں پوری محنت و سعی کی جائے، مال کا جہاد یہ ہے کہ مجاہدین کے لئے ہتھیار وغیرہ خریدنے اور دیگر اخراجات کے لئے مال خرچ کیا جائے اور زبان کا جہاد یہ ہے کہ کفار و منافقین کو اللہ کی طرف بلا یا جائے اور ان پر حجت قائم کر دی جائے۔

۱۴۔ زبان بڑی خطرناک چیز ہے، اسے قابو میں رکھنے سے ہی ہر قسم کی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ [ق/۱۸] (انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے]۔ اور یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔

زبان ہی وہ چیز ہے جس سے خیر و شر کے بہت سے اعمال صادر ہوتے ہیں۔ زبان ہی ہے آدمی اللہ کا ذکر کرتا، اس کی تسبیح و تحمید اور تہلیل و تکبیر کہتا ہے، بھلائیوں کا حکم دیتا اور برائیوں سے روکتا ہے، اللہ کے دین کی طرف بلاتا اور غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے۔ دوسری طرف اسی زبان سے کفریہ کلمات بکتا، گالی گلوچ کرتا، جھوٹ بولتا، جھوٹی تہمت لگاتا، جھوٹی گواہی دیتا، لوگوں کی عزت و آبرو سے کھلواڑ کرتا، زبان دہرازی کرتا اور حق کی راہ سے روکتا ہے، بے علمی کے ساتھ فتوے دیتا، باطل کا پرچار کرتا اور کفر و شرک اور بدعات کی دعوت دیتا ہے۔

زبان کا استعمال اگر خیر و بھلائی میں ہے تو انجام بخیر ہے اور اگر شر و بدی میں ہے تو انجام بھی اسی کے مطابق ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ خاموشی سلامتی اور عافیت اور ہلاکتوں سے نجات کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔



## حدیث (۳۰)

عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُسَيْبِيِّ جُرْثُومِ بْنِ نَاشِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ وَغَيْرَ نَسِيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا (حدیث حسن رواه الدارقطني وغيره)

ترجمہ:

ابو ثعلبہ خنسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض فرمائی ہیں ان کو ضائع نہ کرو اور کچھ حد بندیاں کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے ان کا ارتکاب نہ کرو اور کچھ چیزوں کے بارے میں بھول کر نہیں بلکہ تم پر رحم فرماتے ہوئے خاموشی برتی ہے ان کے بارے میں کرید نہ کرو۔ (حدیث حسن ہے۔ دارقطنی وغیرہ نے روایت کیا ہے)

## فوائد و احکام:

۱۔ یہ حدیث دینی مسائل کی ایک عظیم بنیاد ہے۔ اس میں احکام کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے: [۱] فرائض [۲] محارم [۳] حدود [۴] مسکوت عنہ۔ دین کا کوئی مسئلہ ان چاروں احکام سے خارج نہیں ہے۔

۲۔ فرائض کی پابندی نہایت اہم ہے۔ یاد رہے کہ فرائض کی دو قسمیں ہیں:

[۱] فرض کفایہ:۔ وہ عمل شریعت میں جس کی انجام دہی مقصود ہے اس سے قطع نظر کہ اس کا فاعل کون ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چند لوگوں نے اسے انجام دے دیا تو یہ تمام سے ساقط ہو جائے گا اس کی مثال اذان و اقامت اور صلاۃ جنازہ وغیرہ کی ہے۔

[۲] فرض عین:۔ وہ عمل جس میں شریعت کا مقصود فعل و فاعل دونوں ہیں۔ جس کا مطالبہ ہر شخص سے ہے اور جو ہر شخص کو ادا کرنا ضروری ہے جیسے اسلام کے پانچوں ارکان۔

۳۔ اللہ کے حدود سے تجاوز کرنا حرام ہے۔ حدود اللہ میں اوامر و نواہی دونوں داخل ہیں، اوامر و احکامات کے تجاوز سے روکا گیا ہے مثلاً: ارشاد باری ہے: ﴿تَلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ

حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿البقرة ۲۲۹﴾ یہ اللہ کی حدود ہیں خبردار ان سے آگے نہ بڑھنا اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کر جائیں وہ ظالم ہیں۔ [اسی لئے شریعت نے غلو اور تجاوز سے روکا ہے۔ نبی ﷺ نے منیٰ میں جمرات پر کنکری مارتے ہوئے چنے کے برابر کنکریاں ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا: اس طرح کی کنکریوں سے مارو اور غلو سے بچو کیونکہ تم سے پہلے کی امتوں کو غلو نے تباہ کر دیا۔ (ابن ماجہ، صحیح ابن حبان)

نواہی اور ممنوعات کی حدود کے قریب جانے سے روکا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يبينُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿البقرة ۱۸﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ بچیں۔ [تمام گناہوں کے قریب جانے سے شریعت میں روکا گیا ہے۔ ارشاد مولیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّنىٰ﴾ اسراء ۳۲] زنا کے قریب مت جاؤ۔ [نیز ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ انعام ۱۵۲] اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے۔]

گناہوں کے قریب جانے سے اس لئے روک دیا گیا کیونکہ ان میں پڑنے سے ایمان کم ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ سے دوری پیدا ہو جاتی ہے۔ گنہگار یہ

نہ دیکھے کہ گناہ چھوٹا ہے بلکہ وہ یہ دیکھے کہ وہ ذات کتنی بڑی اور کتنی عظمت والی ہے جس کی وہ نافرمانی کر رہا ہے!۔ اہل ایمان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ گناہ ہو جانے کے بعد فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور توبہ و استغفار کے ذریعہ اس کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں۔

۴۔ مسکوت عنہ وہ امور ہیں جن کے بارے میں شریعت میں خاموشی اختیار کی گئی ہے اور جن کا کوئی حکم بیان نہیں کیا گیا ہے۔ ایسے امور کا حکم یہ ہے کہ وہ معاف ہیں اور ان کے بارے میں زیادہ بحث و کرید ممنوع ہے۔

## حدیث (۳۱)

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
 قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ  
 إِذَا عَمَلْتُهُ أَحَبَّنِي اللَّهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ فَقَالَ إِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا  
 يُحِبُّكَ اللَّهُ وَإِزْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ (حدیث  
 حسن رواه ابن ماجه وغيره)

ترجمہ:

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 خدمت میں آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیے  
 جسے میں کر لوں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔  
 آپ نے فرمایا: دنیا میں زہد (بے رغبتی) اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا  
 اور لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس سے بے رغبت رہو تو لوگ تم سے محبت  
 کریں گے۔ (حدیث حسن ہے۔ ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے)

## فوائد و احکام:

۱۔ اس حدیث میں اللہ اور اس کے بندوں کی محبت حاصل کرنے کا گر سکھایا گیا ہے۔ انسان کی اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے خالق اور تمام مخلوقات کے یہاں محبوب ہو جائے۔

۲۔ دنیا سے زہد و بے رغبتی ایک فضیلت والا عمل اور اللہ کی محبت کا باعث ہے۔ زہد آخرت میں نفع نہ دینے والی تمام چیزوں کو چھوڑ دینے کا نام ہے، اس کی بنا پر انسان دنیا کی طرف مائل نہیں ہوتا بلکہ اس کی حالت نبی ﷺ کے اس ارشاد کے مصداق ہوتی ہے کہ دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی پردیسی یا راہ گزار مسافر۔ (بخاری) زہد دنیا سے انارہ کشی کا نام نہیں بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے اور اس کی جائز نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے دلچسپی، اس کی لالچ اور اس کی محبت دل سے نکال دینے کا نام ہے۔

دنیا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ حدید ۲۰ [اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا اور کچھ بھی تو نہیں] نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ عنکبوت ۶۴ [یہ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشہ ہے اور بے شک آخرت

کا گھر وہی ہمیشہ کا گھر ہے، اگر وہ جانتے ہوتے ]  
 دنیا کی عیش و راحت کے لئے بعض لوگ حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے  
 جب کہ آخرت کی سزا کے مقابلہ میں دنیا کے عیش و راحت کی کوئی حقیقت نہیں  
 ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: بروز قیامت جہنمیوں میں سے ایک ایسے  
 شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال رہا ہوگا، اسے جہنم میں  
 ایک غوطہ دے کر پوچھا جائے گا: اے ابن آدم کیا تو نے کبھی راحت دیکھی؟ کیا  
 کبھی تجھ پر خوشحالی کا گذر ہوا؟ وہ کہے گا: نہیں، اللہ کی قسم، اے میرے رب۔  
 اور جنتیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ دکھی اور  
 مصیبت زدہ تھا، اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے  
 گا: اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی سختی اور تنگی دیکھی ہے؟ کیا تیرے ساتھ کبھی سختی  
 کا گذر ہوا؟ وہ کہے گا: نہیں اللہ کی قسم! میرے ساتھ کبھی سختی کا گذر نہیں ہوا، نہ  
 کبھی میں نے سختی اور تکلیف دیکھی۔ (صحیح مسلم)

۳۔ لوگوں کی محبت حاصل کرنے کا بہترین نسخہ یہ ہے کہ ان کے  
 ہاتھوں میں پائی جانے والی چیزوں کی لالچ نہ کی جائے بلکہ ان کے مال  
 و دولت سے زہد و بے رغبتی اختیار کی جائے کیونکہ انسان اپنے سامنے ہاتھ  
 پھیلانے والے کو اپنے سے کمتر و حقیر اور ایک بوجھ سمجھتا ہے، مال خرچ کرنے  
 میں گرانی محسوس کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سائل سے بغض و نفرت اور

کراہت پیدا ہوتی ہے۔

مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے فکر و غم اور بے چینی پیدا ہوتی ہے اس کے برخلاف اگر بندہ بندوں سے بے نیاز ہو کر اپنی ساری امیدیں اللہ سے وابستہ کر دے، اسی پر اعتماد و توکل کرے اور اسی سے اپنی مرادیں مانگے کیونکہ اس کے فضل و کرم کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے تو اس سے جہاں اس کے قلب و روح کو طمینان و سکون نصیب ہوگا وہیں اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے لئے ہر مشکل کو آسان کر دے گا، ہر دشواری کو سہولت میں بدل دے گا اور اس کو ایسی جگہوں سے رزق عطا فرمائے گا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا، اس کے سارے غم دور کر دے گا اور اسے ایسی قابل رشک آزادی عطا فرمائے گا جس سے بڑھ کر دنیا کی کوئی چیز نہیں۔

۴۔ دنیا سے زہد و بے رغبتی جب تک شرعی حدود میں ہو قابل مدح ہے لیکن اگر ان حدود کو تجاوز کر جائے تو وہ قابل مذمت ہو جاتا ہے۔ گمراہ صوفیوں نے زہد کے نام پر خلوت گزینی اور خانقاہ نشینی ایجاد کی پھر جہالت میں غوطہ زن کر کے ہر ضلالت کو فروغ دیا لہذا افراط و تفریط سے خبردار رہنا نہایت اہم ہے۔ کچھ لوگوں نے حلال کمانے، شادی بیاہ کرنے، اولاد کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہونے اور علم حاصل کرنے کو دنیا داری سمجھ لیا ہے حالانکہ ان امور کا اسلامی شریعت میں حکم دیا گیا ہے اور انھیں امور پر اسلامی تمدن قائم ہے۔



## حدیث (۳۲)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانَ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ

(حدیث حسن رواہ ابن ماجہ والدارقطنی وغیرہما مسنداً ورواہ مالک فی الموطأ عن عمرو بن یحیی عن أبیه عن النبی ﷺ مرسلًا فأسقط أبا سعید ولا طرق یقوی بعضها ببعض)

ترجمہ:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ (بلا وجہ) ضرر پہنچانا ہے اور نہ بدلے میں ضرر پہنچانا ہے۔  
(حدیث حسن ہے۔ ابن ماجہ اور دارقطنی وغیرہ نے مسنداً روایت کیا ہے اور موطا میں امام مالک نے عمرو بن یحیی سے مرسلہ روایت کیا ہے۔ مگر اس حدیث کی کئی سندیں ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں)

## فوائد و احکام:

۱۔ یہ حدیث دین کا ایک اہم اصول بیان کرتی ہے وہ یہ کہ شرعی طور پر ضرر کو ختم کر دیا گیا ہے لہذا کسی مسلمان کے لئے اپنے مسلمان بھائی کو کسی قسم کا ضرر پہنچانا ناجائز نہیں خواہ قول و فعل سے ہو یا ناحق اشارے سے اور خواہ ضرر

پہنچانے والے کو اس سے کوئی فائدہ ہو رہا ہو یا نہ ہو رہا ہو۔ اگر کسی نے کسی کو کوئی ضرر پہنچایا تو بھی بدلہ میں از خود ضرر پہنچانا جائز نہیں بلکہ حاکم اور قاضی کے پاس معاملہ لے جانا چاہئے۔

اس حدیث کے تحت بہت سے فقہی مسائل آتے ہیں جن میں سے چند کا ہم یہاں بطور مثال ذکر کرتے ہیں۔

(۱) ایک پڑوسی کے لئے اپنی ملکیت میں کوئی ایسا عمل کرنا حرام ہے جس سے اس کے پڑوسی کو ضرر ہو مثلاً اپنی زمین میں گڑھا کھودنے یا حمام بنانے یا چکی لگانے یا تنور جلانے سے اگر پڑوسی کو ضرر پہنچ رہا ہے تو یہ اعمال حرام ہوں گے۔

(۲) پڑوسی کی دیوار میں اس کی اجازت کے بغیر میخ گاڑنا یا طاق کھولنا حرام ہے۔  
(۳) اگر پڑوسی کے ساتھ کی مشترک دیوار گر جائے یا چھت گر جائے یا گرنے سے نقصان کا خطرہ ہو تو دونوں کو مل کر اسے درست کرنا ہوگا اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اسے ایسا کرنے کے لئے مجبور کیا جائے گا۔

(۴) بیوی کو تنگ کرنا اور اسے تکلیف پہنچانا تاکہ وہ خود خلع لے لے حرام ہے۔  
(۵) بچہ کی وجہ سے بیوی شوہر کو یا شوہر بیوی کو تکلیف پہنچائے یا نقصان میں مبتلا کرے تو یہ عمل حرام ہے۔

(۶) کسی وارث کی وجہ سے مورث کو نقصان پہنچانا یا وصیت کرنے والے کا اپنی وصیت میں ضرر پہنچانا حرام ہے۔

۲۔ اسلام میں ضرر پہنچانا ممنوع اور اس کے مقابلے میں اچھے برتاؤ کا

حکم آیا ہے۔

### حدیث (۳۳)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعَى رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ وَدِمَاءَهُمْ لَكِنَّ الْبَيْئَةَ عَلَيَّ الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَيَّ مَنْ أَنْكَرَ

(حدیث حسن رواہ البیہقی وغیرہ ہکذا وبعضہ فی الصحیحین)

### ترجمہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر لوگوں کو صرف ان کے دعوؤں کی بنیاد پر دے دیا جائے تو کچھ لوگ دوسروں کے جان و مال کا دعویٰ کر بیٹھیں گے۔ دعوے دار کو دلیل دینا ہوگا اور انکار کرنے والے کو قسم کھانی ہوگی۔

(حدیث حسن ہے۔ بیہقی وغیرہ نے اسی طرح روایت کی ہے۔ اس کا کچھ حصہ صحیحین میں مروی ہے)۔

### فوائد و احکام:

۱۔ یہ بڑی عظیم حدیث ہے۔ اختلافات و تنازعات کے وقت فیصلہ کی بنیاد ہے۔ ایک آدمی دوسرے شخص پر کسی حق کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا اس کا انکار کرتا ہے یا ایک شخص اپنے اوپر کسی ثابت حق کی ادائیگی کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا انکار کرتا ہے تو آخر اس نزاع کا حل کیا ہوگا اور حق و ناحق کیسے معلوم

ہوگا؟ نبی ﷺ نے یہ اصول بتا کر کہ مدعی کو دلیل پیش کرنی ہوگی اور دلیل نہ ہونے کی صورت میں مدعا علیہ حلف اٹھائے گا حل اختلاف کا ذریعہ بتا دیا۔

۲۔ یہ حدیث ہر قسم کے دعاوی میں عام ہے۔ جو شخص کسی بر کسی حق یا قرض یا سامان کا دعویٰ کرے تو اس سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے گا، صحیح دلیل پیش کر دینے کی صورت میں اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور اگر صحیح دلیل پیش نہ کر سکے گا تو مدعا علیہ حلف اٹھا کر اس تہمت سے بری ہو جائے گا۔

ایسے ہی اگر کوئی شخص اپنے اوپر ثابت حق سے براءت کا دعویٰ کرے اور صاحب حق انکار کرے تو جب تک وہ اپنی براءت اور حق کی ادائیگی کی دلیل پیش نہ کرے اس کے ذمہ نیکو ثابت مانا جائے گا کیونکہ یہی اصل ہے البتہ صاحب حق کو حلف اٹھانا ہوگا کہ اس کا حق فلاں کے ذمہ باقی ہے۔

۳۔ کسی مدعی کو صرف اس کے دعویٰ کی بنیاد پر کوئی چیز نہ دی جائے گی کیونکہ اگر ایسا ہو جائے تو کچھ لوگ دوسروں کے جان و مال کا دعویٰ کر دیں گے اور شر و فساد اس قدر بڑھ جائے گا کہ اس کا روکنا ممکن نہ ہوگا اور لوگوں کی جان و مال غیر محفوظ ہو جائے گی۔ اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت کس قدر کامل اور حقوق انسانی کی محافظ ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ اس رب کریم کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو علم و حکمت والا اور اپنے بندوں پر بڑا رحیم و کریم ہے۔ اسلامی شریعت کے تمام احکام عدل و انصاف، رحم و کرم اور مظلوم کی حمایت پر مبنی ہیں۔

## حدیث (۳۴)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: تم میں سے جو شخص کوئی منکر (برائی) دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

فوائد و احکام:

۱۔ یہ حدیث انکار منکر کے وجوب کی دلیل ہے۔ منکر (برائی) کا

انکار ایک فریضہ اور ایمانی وصف ہے جس کی ادائیگی ہاتھ یا زبان یا دل سے حسب استطاعت ضروری ہے۔

۲۔ حدیث کے الفاظ سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص منکر کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اسی پر انکار لازم ہے مگر چونکہ روایت علم کے معنی میں بھی آتا ہے اس لئے زیادہ راجح یہی ہے کہ یہ حدیث دیکھنے اور جاننے دونوں کو شامل ہے اور ہر اس شخص پر انکار منکر ضروری ہے جسے منکر کا علم ہو یا جس نے منکر کو دیکھا ہو۔

۳۔ انکار منکر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اگر طاقت ہو تو ہاتھ سے روکے مثلاً حاکم اپنے محکوموں کو، آدمی اپنے گھر والوں کو، استاد اپنے طلبہ کو۔ انکار کے مفہوم میں اس منکر کو ختم کرنا، اس کے مرتکب کو تنبیہ، سزا کی دھمکی اور سزا دہی وغیرہ سب داخل ہے۔

۴۔ انکار منکر کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ جسے ہاتھ سے انکار کی طاقت نہ ہو وہ اپنی زبان استعمال کرے، پند و نصیحت کرے اور دنیاوی و اخروی سزاؤں کا خوف دلائے۔ چونکہ قلم بھی ایک زبان ہے اس لئے کسی برائی کے خلاف کتاب تصنیف کرنا، لٹریچر تحریر کرنا، اخبارت و مجلات میں مضامین لکھنا، اس منکر کے خطرات و نقصانات سے لوگوں کو خبردار کرنا اور اس سے بچنے کے طریقے بتانا بھی زبان سے روکنے میں داخل ہے۔

۵۔ انکار منکر کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل سے انکار کرے۔ دل سے انکار ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ یہ آخری درجہ ہے جس کے بعد کوئی درجہ نہیں۔ بعض احادیث میں صراحت کے ساتھ یہ لفظ آیا ہے کہ اس کے بعد رائی کے دانہ برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔

دل کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ اس منکر کو ناپسند کرے، اس کے وجود سے اس کو دلی تکلیف ہو اور اس کی یہ نیت ہو کہ جب بھی زبان یا ہاتھ سے اس برائی کے ختم کرنے کا موقع ملے گا فوراً اپنی طاقت کے مطابق اسے ختم کرے گا۔

۶۔ ایمانی خصلتوں میں فرق مرتب ہے۔ ہاتھ سے انکار کرنے والا صرف دل سے انکار کرنے والے سے افضل و اعلیٰ ہے۔ ایک شخص اگر کوئی ایمانی کام اپنی عاجزی اور ناتوانی کی بنا پر انجام نہیں دے پاتا تو وہ اگرچہ گنہگار نہیں لیکن اس کی بہ نسبت وہ شخص افضل ہے جو وہ ایمانی کام انجام دے رہا ہے۔ اس اصول کی شریعت میں کئی مثالیں ہیں۔ ایک مثال عورتوں سے متعلق وارد وہ حدیث ہے جس میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: عورتوں کے دین کی کمی یہ ہے کہ وہ (ہر مہینے) کئی دن اور کئی راتیں صلاۃ نہیں پڑھتیں۔ مراد حیض (ماہواری) کے ایام ہیں۔ جبکہ ان دنوں میں خود شریعت نے انھیں صلاۃ سے روک دیا ہے اس کے باوجود اسے دین کی کمی بتایا گیا۔ دوسری

مثال یہ ہے کہ ایک امیر اپنے صدقہ و خیرات کی بنا پر اس فقیر سے افضل ہے جو صدقہ و خیرات نہیں کر سکتا گرچہ وہ صدقہ و خیرات نہ کرنے کی بنا پر گنہگار نہیں ہے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

۷۔ انکار منکر کے چار حالات ہیں، پہلی حالت یہ ہے کہ منکر ختم ہو جائے اور اس کی جگہ پر معروف آجائے، دوسری حالت یہ ہے کہ منکر کم ہو جائے اگرچہ پوری طرح ختم نہ ہو تیسری حالت یہ ہے کہ منکر تو ختم ہو جائے لیکن اسی جیسا دوسرا منکر اس کی جگہ لے لے اور چوتھی حالت یہ ہے کہ منکر تو ختم ہو جائے لیکن اس کی جگہ پر اس سے بڑا منکر آجائے۔ پہلی دو حالتوں میں انکار مشروع ہے تیسری حالت میں اجتہاد کی ضرورت ہے اور چوتھی حالت میں انکار حرام ہے۔

۸۔ برائیوں کے انکار میں اگر مسلمان کوتاہی کرتے لگیں گے تو اس کا انجام نہایت بھیانک ہوگا۔ اللہ کی لعنت اور اس کی رحمت سے دوری کے مستحق ہو جائیں گے۔ دنیا میں ہلاکت و بربادی ان کا مقدر ہو جائے گی اور ایسی سزا سے دوچار ہو جائیں گے کہ دعائیں کرتے رہیں گے اور قبول نہیں ہوں گی۔



## حدیث (۳۵)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَيْعِ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْمُمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَىٰ هُنَا وَيُشِيرُ إِلَىٰ صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسَبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَىٰ الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعَرَضُهُ (رواه مسلم)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: باہم حسد نہ کرو، ایک دوسرے کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے بھاؤ نہ بڑھاؤ، آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، کوئی اپنے بھائی کے بیع پر بیع نہ کرے، آپس میں اللہ کے بندے بھائی بن کر رہو۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اس کو بے سہارا نہیں

چھوڑتا، اس سے جھوٹ نہیں بولتا اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ تین بار۔ آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ایک مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی اور اس کی دولت اور عزت بھی۔ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

## فوائد و احکام:

۱۔ اس حدیث میں ایک پرامن اور مستحکم معاشرہ کی تعمیر و تشکیل کی بنیادی اینٹوں کا ذکر کیا گیا ہے نیز ان بد اخلاقیوں سے منع کیا گیا ہے جو سماج کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۲۔ حسد ایک بدترین اخلاقی مرض ہے، اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ حسد یہ ہے کہ انسان دوسرے پر اللہ کی نعمت کو ناپسند کرے یا دوسرے سے اللہ کی نعمت چھین جانے کی تمنا کرے۔

حسد کے بے شمار نقصانات ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) اللہ کے فیصلہ سے ناراضگی۔ کیونکہ محسود کو ملی ہوئی نعمت اللہ کی طرف سے ہے، اس پر اگر کوئی اپنے بھائی سے حسد کرتا ہے تو گویا اللہ کی تقدیر اور تقسیم پر

راضی نہیں۔ لہذا اس کے ایمان و تقویٰ میں خلل اور نقص ہے۔

(۲) حاسد اور محسود میں عداوت۔ کیونکہ عداوت و دشمنی حسد کا لازمی نتیجہ ہے، بسا اوقات اس پر زیادتی بھی ہو جاتی ہے۔

(۳) تنگدلی اور فکر و غم۔ کیونکہ محسود کو ملنے والی ہر نئی نعمت حاسد کی حسد کی آگ کے لئے نیا ایندھن ثابت ہوتی ہے اور حاسد کے فکر و غم اور جلن میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۴) یہود و نصاریٰ کی مشابہت۔ حسد اللہ کی مخلوق میں سب سے خبیث اور خسیس قوم یہودیوں اور نصاریوں کی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُّوْكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ البقرة ۱۰۹ [ان اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے محض حسد و بغض کی بنا پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں]

حسد کرنے سے ان کی مشابہت ہوتی ہے جب کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (احمد و ابو داؤد) جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے اس کا تعلق انھیں کے ساتھ ہے۔

(۵) اللہ کے ساتھ بے ادبی۔ کیونکہ حاسد گویا اللہ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہے۔

حسد نے ہی ابلیس کو آدم کا سجدہ کرنے سے روکا، حسد نے ہی قابیل کو ہابیل کے قتل پر ابھارا، حسد نے ہی برادران یوسف کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ یوسف علیہ السلام جیسے عزیز اور معصوم بھائی کو اندھے کنویں میں پھینک دیں اور اپنی دانست کے مطابق ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔

البتہ یاد رہے کہ حسد بعض حالات میں قابل تعریف بھی ہے جسے رشک کہتے ہیں یعنی انسان دوسرے کی نعمت کی طرح خود پانے کی تمنا تو کرے مگر دوسرے پر ان کی نعمت کو ناپسند نہ کرے اور نہ ہی اس سے اس نعمت کے زوال کی تمنا کرے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: حسد صرف دو چیزوں میں درست ہے: ایک اس شخص سے جس کو اللہ نے مال سے نوازا ہو اور پھر حق کی راہ میں خرچ کرنے پر لگا دیا ہو اور دوسرے اس شخص سے جس کو اللہ نے علم و حکمت عطا کی ہو وہ اس کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو۔  
(متفق علیہ)

۳۔ نجش حرام ہے۔ نجش یہ ہے کہ جو شخص کوئی سامان خریدنا نہیں چاہتا وہ خریدار یا بائع میں سے کسی ایک کو فائدہ اور دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے اس سامان کا بھاؤ بڑھا دے۔ اس کے حرام ہونے کی حکمت یہ ہے کہ یہ سراسر فریب اور دھوکا ہے نیز اس ہمدردی و خیر خواہی کے بھی خلاف ہے جسے ہر مسلمان پر واجب قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ آپس میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے بغض رکھنا حرام ہے کیونکہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور بھائی چارگی کا تقاضا آپس میں ایک دوسرے سے محبت ہے نہ کہ بغض و نفرت اور عداوت۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں بغض و عداوت پیدا کرنے والی چیزوں کو حرام کر دیا اور ان کے درمیان الفت و محبت پیدا کرنے والی چیزوں کا حکم دیا ہے۔ غیبت و چغلی اور لگائی بھائی کو حرام کیا کیونکہ اس سے باہمی رنجش پیدا ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جنت میں چغلی داخل نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ) نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تین لوگ ہوں تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں کہ اس سے تیسرے کو غم ہوگا۔ (متفق علیہ)

نبی ﷺ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک مومن نہ ہو جاؤ اور مومن اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جب تم اسے کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے۔ آپس میں سلام کو عام کرو۔ (مسلم)

۵۔ اپنے کسی مسلمان بھائی سے پیٹھ پھیرنا اور تعلقات توڑنا حرام ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بات چیت بند رکھے، دونوں ملاقات

کریں تو ایک دوسرے سے منہ موڑ لیں، ان دونوں میں زیادہ بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (متفق علیہ)

البتہ کسی فاسق اور گنہگار سے اس کی اصلاح کی خاطر تین دن سے زیادہ بات چیت بند کرنا جائز ہے بشرطیکہ بات بند کرنے میں مصلحت ہو۔  
واللہ اعلم۔

۶۔ ایک مسلمان کی بیع پر دوسرے مسلمان کا بیع کرنا حرام ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں بغض و عناد اور نفرت و عداوت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک شخص پچاس روپے میں کوئی سامان خرید رہا ہے ایک دوسرا آدمی اس خریدار سے جا کر کہے کہ میں چالیس روپے میں تمہیں یہ سامان دے دوں گا یا پچاس ہی روپے میں اس سے بہتر دے دوں گا۔ اس بنا پر خریدار پہلے کے ساتھ اپنا معاملہ ختم کر کے دوسرے کے ساتھ معاملہ کر لے۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے پاس جائے جس نے پچاس روپے میں کوئی سامان بیچا ہو اس سے جا کر کہے کہ میں تم سے یہ سامان ساٹھ روپے میں خرید لوں گا اس بنا پر بیچنے والا پہلے کے ساتھ معاملہ توڑ کر اس سے معاملہ کر لے۔ یہ دونوں صورتیں اسلام میں ممنوع اور حرام ہیں اور ان کی بکثرت نہی وارد ہوئی ہے۔

۷۔ حدیث میں ان امور کو اپنانے کی ترغیب ہے جس سے مسلمانوں میں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے اور ان کے دل یکجا ہوتے ہیں۔ زیارت، صلہ رحمی، صدقہ اور ہدیہ وغیرہ الفت و محبت پیدا کرنے کے چند اہم وسائل ہیں۔

۸۔ اسلامی اخوت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر کسی طرح کا ظلم نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور اس کے حقوق کی ادائیگی کرے، اس کو بے سہارا نہ چھوڑے بلکہ اس کے کام آئے، اسے حقیر نہ جانے بلکہ اس کی اعزت و تکریم کرے۔

۹۔ تقویٰ دل میں ہونا ہے اور اعضاء و جوارح سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اگر کوئی بندہ متقی ہوگا تو وہ اللہ کے احکامات کا پابند اور اس کی ممنوعات سے پرہیزگار ہوگا۔ کسی ظاہری گناہ پر ٹوکنے سے بعض لوگوں کا یہ جواب دینا کہ تقویٰ تو دل میں ہوتا ہے اور جب دل صاف ہو تو گناہ کا کوئی نقصان نہیں۔ یہ جواب کسی طرح درست نہیں کیونکہ اگر دل صاف ہوگا تو اس کے اثرات اعضاء پر ضرور ظاہر ہوں گے۔

۱۰۔ تقویٰ دل میں ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں رتبے تقویٰ سے متعین ہوتے ہیں اس لئے بہت ممکن ہے کہ جسے لوگ کمزور یا غریب دیکھ کر حقیر جانتے ہیں اللہ کے یہاں عظیم رتبہ کا مالک ہو۔ ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ الحجرات ۱۳ اللہ کے نزدیک تم سب میں

سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔]

۱۱۔ مسلمان کا جان و مال اور اس کی عزت و آبرو محترم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: بے شک تمہارے خون، تمہارے مال، اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسے اس شہر (مکہ) میں، اس مہینہ (ذوالحجہ) میں آج کے دن (یوم النحر) کی حرمت ہے۔ (متفق علیہ)

جان میں خلاف احترام یہ ہے کہ قتل یا زخمی وغیرہ کر کے تجاوز کیا جائے۔ آبرو میں خلاف احترام یہ ہے کہ غیبت و چغلی، گالی گلوچ، عیب جوئی، تہمت تراشی یا آبروریزی وغیرہ کے ذریعہ تجاوز کیا جائے اور مال میں خلاف احترام یہ ہے کہ چوری ڈکیتی، قرض لے کر انکار اور ناحق جھوٹا دعویٰ یا غصب یا رشوت وغیرہ لے کر تجاوز کیا جائے۔

۱۲۔ اسلام عقائد و عبادات اور اخلاق و معاملات کا مجموعہ ہے۔ وہ ایک اچھے معاشرے کی تشکیل و تعمیر کی خاطر ہر اچھے اخلاق کو پروان چڑھاتا اور ہر بد اخلاقی سے جنگ کرتا ہے۔



## حدیث (۳۶)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَىٰ مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يَسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ

(رواه مسلم بهذا اللفظ)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مومن کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کر دی اللہ تعالیٰ

بروز قیامت اس کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کر دے گا۔ اور جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی اللہ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی عیب پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے اور جو علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے اور جب کوئی قوم اللہ کے کسی ایک گھر میں اکٹھا ہوتی ہے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتی ہے اور اسے آپس میں پڑھتی پڑھاتی ہے تو ان پر سکینت کا نزول ہوتا ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ اپنے پاکر موجود فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ جس کا عمل اسے پیچھے کر دے اس کا نسب اسے آگے نہیں لے جا سکتا۔ (اسے ان الفاظ کے ساتھ امام مسلم نے روایت کیا ہے)۔

## فوائد و احکام:

۱۔ یہ حدیث بہت سارے علوم و قواعد اور اصول و آداب پر مشتمل ہے۔ اس میں اسلامی اخوت کے تقاضوں کی ادائیگی، علم حاصل کرنے اور قرآن مجید کے فہم و تلاوت، اس پر عمل اور اس کی نشر و اشاعت پر ابھارا گیا ہے۔

۲۔ مشکلات میں اپنے کسی مومن بھائی کے کام آنے کی بڑی فضیلت ہے خواہ وہ مالی اور معاشی مشکلات ہوں یا ذہنی اور نفسیاتی الجھنیں، سماجی پریشانیاں ہوں یا کچھ اور، جو ان سختیوں کو ختم کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی سختیوں سے اس کی حفاظت فرمائے گا۔

۳۔ حدیث میں تنگدست پر آسانی کرنے کی ترغیب ہے۔ اس کی کئی شکلیں ہیں: ایک تو ہے کہ قرضدار کو فراخی آنے تک مہلت دے، دوسری صورت یہ ہے کہ قرض معاف کر دے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مزید مالی تعاون کرے نیز صبر و شکر کے اجر و ثواب کی خوشخبری سنا کر اسے تسلی دے۔

۴۔ حدیث سے مسلمانوں کی عیب پوشی کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ وہ عیوب خواہ شکل و صورت اور جسمانی سادحت سے متعلق ہوں یا اقوال و افعال اور اخلاق و کردار سے متعلق ہوں۔ ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے: اے لوگو! جو زبانی طور پر ایمان لائے ہو اور ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب کی تلاش میں نہ رہو کیونکہ جو ان کے عیوب کی تلاش میں رہے گا اللہ اس کے عیوب کی تلاش میں رہے گا اور اللہ جس کے عیوب تلاش کرے گا اس کی فضیحت اس کے گھر میں ہو جائے گی۔

واضح رہے کہ جو شخص علانیہ طور پر فسق و فجور کا مرتکب ہو اس کی غیبت

حرام نہیں بلکہ لوگوں سے اس کی حالت بیان کر دینا ضروری ہے تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔

۵۔ بدلہ عمل کے جنس سے ملتا ہے یعنی جس انداز کا عمل ہوگا اس کی جزا بھی آخرت میں اسی طرح کی ملے گی جیسے آسانی کرنے پر آسانی اور عیب پوشی پر عیب پوشی وغیرہ۔ اس ضمن میں دیگر نصوص بھی ملتے ہیں جیسے: اللہ ان بندوں پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

۶۔ حدیث میں ایک مسلمان کا تعاون کرنے، اس کی ضرورت پوری کرنے اور اس کی حاجت کی تکمیل کے لئے سعی و کوشش کی ترغیب دی گئی ہے۔ کسی ایسے شخص کے پاس سفارش کرنا بھی تعاون کی ایک صورت ہے جہاں سے ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔

۷۔ علم طلب کرنے والے کے لئے جنت کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ یہ علم طلب کرنے کی ایک بہت بڑی فضیلت ہے نیز اس کے سوا اور بھی طلب علم کے بہت سے فضائل کتاب و سنت میں مذکور ہیں۔

۸۔ مسجد میں اکٹھا ہو کر قرآن مجید کی تلاوت اور تعلیم نیز درس و تدریس ایک فضیلت والا عمل ہے۔ بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد کے ساتھ خاص ہے لیکن صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں مسجد کا ذکر نہیں ہے لہذا وہ اپنے عموم کی بنا پر تمام مقامات کو شامل ہے۔

۹۔ اللہ کے نزدیک بندوں کا مقام ان کے عمل و کردار اور تقویٰ کے ذریعہ متعین ہوتا ہے، ان کے حسب و نسب سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِكُلِّ دَرَجَاتٍ مِمَّا عَمِلُوا﴾ [أحقاف/۱۹] اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے۔

نوح علیہ السلام کے نافرمان بیٹے کو نبی کی رشتہ داری کام نہ آسکی اور طوفان میں غرقاب ہو گیا۔ ابراہیم علیہ السلام کے والد ایمان نہ لانے کی بنا پر جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔ محمد ﷺ کے چچا ابوطالب شرک پر قائم رہنے کی وجہ سے داخل جہنم گئے۔

۱۰۔ اپنے حسب و نسب اور رنگ و نسل پر غرور ایک فریب ہے جس کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں۔ دل کی صفائی اور عمل کی اصلاح ہی آخرت میں کام آنے والی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [الحجرات/۱۳] اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

## حدیث (۳۷)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِيَمَا يَرَوِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمَلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعْفٍ إِلَى أضعافٍ كَثِيرَةٍ وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمَلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً

(رواه البخاري ومسلم في صحيحيهما بهذه الحروف)

ترجمہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے روایت فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں کو لکھ دیا پھر اس کی وضاحت فرمادی۔ اگر ایک شخص نے کسی نیکی کا ارادہ کیا اور اسے نہ کر سکا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے ایک مکمل نیکی لکھتا ہے

اور اگر اس کا ارادہ کیا اور پھر اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس دس نیکیوں سے سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ کئی گنا تک لکھتا ہے اور اگر کسی برائی کا ارادہ کیا اور پھر اسے نہیں کیا تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے پاس ایک مکمل نیکی لکھتا ہے اور اگر اس کا ارادہ کیا اور پھر اس پر عمل کیا تو اسے اللہ تعالیٰ ایک برائی لکھتا ہے۔ (اسے بخاری و مسلم نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

## فوائد و احکام:

- ۱۔ یہ عظیم حدیث اللہ تعالیٰ کے وسیع لطف و کرم اور فضل و احسان پر دلالت کرتی ہے۔
- ۲۔ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اسے نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ ایک مکمل نیکی لکھتا ہے۔ یہاں ارادہ سے مراد عزم اور پختہ ارادہ ہے۔ نیکی کے ارادہ پر ہی اجر مل جانے کے دلائل کتاب و سنت میں بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ﴾ النساء/۱۰۰ اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف نکل کھڑا ہو پھر اسے موت

نے آپکڑا تو بھی یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہو گیا۔

صحیح بخاری میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ بیمار یا مسافر ہوتا ہے تو اس کے لئے وہی اجر و ثواب لکھا جاتا ہے جو وہ صحت اور اقامت کی حالت میں کیا کرتا تھا۔

مومن بندوں پر یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اگر سفر یا بیماری کی وجہ سے ان کے یوں عبادت و اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ ان کا پورا ثواب لکھتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر رکاوٹ نہ ہوتی تو بندہ ضرور اپنا عمل جاری رکھتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ انہیں ان کی نیت کے مطابق اعمال کا بھی اجر دیتا ہے اور بیماری کا الگ سے مخصوص ثواب بھی دیتا ہے۔

سنن ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا چار قسم کے لوگوں کے لئے ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جسے اللہ نے علم سے نوازا ہے مگر مال سے محروم رکھا ہے، اس کی سچی نیت یہ ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں (دولت مند) شخص کی طرح عمل کرتا چنانچہ وہ اپنی نیت کے مطابق ثواب پائے گا اور دونوں کا ثواب برابر ہوگا۔

۳۔ جس شخص نے کسی نیکی کا ارادہ کیا اور اسے کر بھی لیا تو اللہ تعالیٰ اسے دس گنا سے لے کر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب لکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ



﴿أَمْثَالِهَا﴾ اُنعام ۱۶۰/۱ جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس گنا ملیں گے۔ [دس گنا پر ثواب کی زیادتی حسن عمل، اخلاص نیت، اتباع سنت اور نیکی کے محل کی موزونیت کے اعتبار سے ہوگی۔

۴۔ جو شخص برائی کا ارادہ کرنے کے بعد اسے نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک کامل نیکی لکھتا ہے بشرطیکہ اس نے وہ گناہ اللہ کے خوف سے چھوڑا ہوا اگر مخلوق کے ڈر سے یا اسباب و وسائل کے مہیا نہ ہونے کی بنا پر مجبوراً چھوڑا ہے تو اسے یہ فضیلت حاصل نہ ہوگی۔

۵۔ جس شخص نے کسی برائی کا ارادہ کیا اور اسے کر ڈالا تو اس پر ایک ہی گناہ لکھا جائے گا اور کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُحْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ اُنعام ۱۶۰/۱ اور جو شخص برا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔

لیکن بسا اوقات وقت یا مقام کے شرف و عظمت کی بنا پر برائیوں کا گناہ بڑھ جاتا ہے جیسے کوئی مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کے حدود حرم میں شر و فساد کا ارادہ کرے تو ارادہ ہی پر گنہگار اور مستحق سزا ہو جائے گا۔

## حدیث (۳۸)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ : مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنُتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمِعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرَجُلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لِأَعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لِأَعِيذَنَّهُ (رواه البخاري)

ترجمہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ میرا بندہ جن چیزوں سے مجھ سے قریب ہوتا ہے ان میں سب سے محبوب وہ چیزیں ہیں جو میں نے اس پر فرض قرار دی ہیں۔ پھر نوافل کے ذریعے میرا بندہ مجھ سے برابر قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ

میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو ضرور اسے اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں۔ (احمد بخاری نے روایت کیا ہے)۔

## فوائد و احکام:

۱۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بندے اللہ کے ولی ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر موجود ہے: ﴿أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ یونس ۶۲-۶۳ [یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں]۔ معلوم ہوا کہ ہر مومن متقی بندہ اللہ کا ولی ہے لیکن چونکہ لوگ ایمان و تقویٰ میں متفاوت ہوتے ہیں لہذا درجات و ولایت میں بھی تفاوت ہوگا۔

۲۔ اللہ کے نزدیک اولیاء کی بڑی عزت ہے اسی لئے ان سے دشمنی رکھنے والوں سے اللہ نے جنگ کا اعلان کیا ہے۔

۳۔ حدیث میں ولایت حاصل کرنے کے اسباب بتائے گئے ہیں۔  
 فرائض کی ادائیگی ان میں سب سے اہم سبب ہے۔ فرائض کی ادائیگی میں  
 صوم و صلاۃ اور حج و زکاۃ کی پابندی نیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اللہ  
 اور اس کے بندوں کے تمام واجبی حقوق داخل ہیں۔ ان تمام فرائض کی  
 ادائیگی بلا کسی کمی کے اللہ کے اولیاء کی ایک صفت ہے۔ عوام اپنی جہالت کی بنا  
 پر بہت سے ایسے لوگوں کو ولی سمجھ لیتے ہیں جو شریعت سے بے پروا اور صوم  
 و صلاۃ سے لاتعلق ہونے ہیں، ایسے لوگوں کا ولی ہونا تو کجا ایک عاقل مسلمان  
 ہونا بھی بعید ہے۔ شریعت کی پابندی اللہ کے ولی کی سب سے اہم نشانی ہے۔  
 ۴۔ فرائض کی ادائیگی کے بعد ولایت کا ایک سبب نوافل کے ذریعہ  
 اللہ کی قربت بھی ہے۔ جس قسم کی عبادت فرض سے اسی جنس کے نوافل بھی  
 شریعت میں پائے جاتے ہیں۔ یہ نوافل فرائض کی تکمیل کا باعث اور اللہ کی  
 محبت و قربت کا ذریعہ ہیں۔

۵۔ نوافل کی بہ نسبت فرائض اللہ کو زیادہ محبوب اور زیادہ اجر و ثواب  
 کا باعث ہیں نیز وہ نوافل سے مقدم ہیں۔ فرض صلاۃ نفل صلاۃ سے اور فرض  
 صوم نفل صوم سے زیادہ اہم اور اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

۶۔ اللہ بھی محبت کرتا ہے اور اس سے بھی محبت کی جاتی ہے۔ قرآن  
 پاک میں ہے: ﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾  
 المائدہ ۵۴] اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور

وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی]۔ کچھ بدعتی فرقے محبت الہی کا انکار کرتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت اور سلف کا مسلک یہ ہے کہ اللہ کے لئے اللہ کے شایان شان محبت ثابت ہے جو مخلوق کی محبت کی طرح نہیں بلکہ جس طرح اللہ کی ذات بے مثل ہے اسی طرح اس کی محبت نیز دیگر تمام صفات بھی بے مثل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ شوریٰ ۱۱۱] اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے اور دیکھنے والا ہے]۔

۷۔ اللہ جس سے محبت کرتا ہے اور جو اس کا ولی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کان و آنکھ اور ہاتھ و پیر کو اپنی مرضی کے مطابق ٹھیک راستے پر چلاتا ہے۔ وہ وہی سنتے ہیں جس میں اللہ کی رضا ہو اور وہی دیکھتے ہیں جس میں اللہ کی رضا ہو اور ہاتھ و پیر سے بھی وہی کام انجام دیتے ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے مطابق ہو۔ وہ پابند شریعت ہوتے ہیں کیونکہ شریعت کی پابندی ہی سے اللہ کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے۔

حدیث کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو اپنی مخلوق سے الگ تھلگ اور جدا ہے۔ وہ سب سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی حرکات و سکنات کی حفاظت کرتا ہے اور انہیں راہ راست پہ رکھتا ہے نیز ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ وہ مانگتے ہیں تو انہیں دیتا ہے اور وہ اس کی پناہ چاہتے ہیں تو انہیں اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔

## حدیث (۳۹)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنَّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ  
(حدیث حسن رواہ ابن ماجہ والبیہقی وغیرہما)

ترجمہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
اللہ تعالیٰ نے میرے لئے میری امت سے غلطی، بھول چوک اور جس پر انھیں  
مجبور کر دیا جائے معاف کر دیا ہے۔ (حدیث حسن ہے، ابن ماجہ اور بیہقی  
وغیرہ نے اس کی روایت کی ہے)۔

## فوائد و احکام:

۱۔ یہ حدیث بڑی نفع بخش اور اہم ہے بلکہ اسے نصف شریعت کہا گیا  
ہے کیونکہ انسان کا ہر چھوٹا بڑا عمل یا تو اس کے قصد و ارادہ اور اختیار سے  
صادر ہوگا یا قصد و اختیار کے بغیر یعنی غلطی، بھول چوک اور زور زبردستی سے  
ہوگا اور یہ دوسری قسم معاف ہے جبکہ پہلی قسم قابل مواخذہ ہے۔ اس اعتبار

سے یہ حدیث نصف شریعت ہے۔

۲۔ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے چنانچہ اس نے بندوں سے سرزد ہونے والی خطاؤں، بھول چوک اور بوجہ مجبوری کی جانے والی چیزوں کو معاف کر دیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ بقرہ ۶/۲۸۱ اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے ایسا کر دیا ہے۔ نیز ارشاد ہے: ﴿رَبَّنَا عَلَيْنَا مَا لَكِنَّا عَلَيْهِمُ اجْنَاخٌ فِيمَا أَخْطَأْنَا بِهٖ وَلَكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُنَا﴾ احزاب ۵/۱۵ تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو۔ نیز ارشاد ہے: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلَكِن مِّنۡ شَرَحٍ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ النحل ۶/۱۰ جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

۳۔ غلطی اور بھول چوک کی پکڑ نہیں ہے لیکن اہل علم نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص بھول یا نادانی یا غلطی سے ایسا کام چھوڑ دے جس

کا حکم دیا گیا ہے تو اس کام کے دوبارہ کئے بغیر اس کی ذمہ داری ختم نہیں ہوگی۔ لیکن اگر غلطی یا بھول یا نادانی کی بنا پر کوئی ایسا کام کر ڈالے جس سے روکا گیا ہے تو اس کی عبادت مکمل ہو جائے گی اور اسے دہرانا نہیں پڑے گا۔ مثال کے طور پر اگر کسی نے بھول کر طہارت کے بغیر صلاۃ ادا کر لی تو اس پر گناہ نہ ہوگا لیکن اسے صلاۃ دہرانی پڑے گی کیونکہ طہارت ایسا عمل ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف اگر کسی نے نادانی سے اس حالت میں صلاۃ پڑھ لی کہ اس کے کپڑے پر گندگی لگی ہوئی تھی تو اس کی صلاۃ درست ہوگی اور دہرانے کی ضرورت نہیں۔

۴۔ زبردستی کرائے گئے کسی کا سر پکڑ نہیں ہے سوائے ایک حالت کے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی شخص کو کسی بے گناہ کے قتل پر مجبور کرے ورنہ وہ خود قتل کر دیا جائے گا ایسی صورت میں اپنی جان بچا کر دوسرے بے گناہ کی جان لینا درست نہ ہوگا لیکن اگر کسی نے ایسا کر دیا تو جس نے زبردستی کی ہے اور جس سے زبردستی کی گئی ہے دونوں جرم میں اور قصاص میں شریک مانے جائیں گے۔



## حدیث (۴۰)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَنْكِبِي فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَ مِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ (رواه البخاري)

ترجمہ:

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو گویا مردیسی ہو یا راہ پار کرنے والے مسافر ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: جب شام کرو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو اور اپنی صحت میں اپنی بیماری کے لئے کچھ کر لو اور اپنی زندگی میں اپنی موت کے لئے کچھ کر لو۔ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)۔

## فوائد و احکام:

۱۔ دنیا مومن کے دل لگانے کی جگہ نہیں کہ سکون سے وہیں کا ہو کہ رہ جائے بلکہ دنیا تو منزل سے پہلے وہ مختصر پڑاؤ ہے جہاں مسافر تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرتا ہے اور آگے جانے کے لئے ہمہ تن تیار رہتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿يَا قَوْمِ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾ المؤمن/۳۹] اے میری قوم! یہ حیات دنیا متاع فانی ہے، یقین مانو کہ قرار اور ہمیشگی کا گھر تو آخرت ہی ہے۔]

نبی ﷺ نے ایک بار فرمایا مجھے دنیا سے کیا مطلب، میری مثال تو اس سواری کی ہے جس نے کسی درخت کے سایہ میں قیلو لہ کیا اور پھر اسے چھوڑ کر چلتا بنا۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

۲۔ تعلیم دینے کا ایک عمدہ طریقہ یہ ہے کہ معلم اپنی بات کہنے سے پہلے طالب علم کی توجہ اپنی طرف موڑ لے، نبی ﷺ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے دونوں کندھوں پہ ہاتھ رکھ کے انھیں اپنی طرف متوجہ کر کے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

۳۔ اپنے نفس کا محاسبہ انتہائی ضروری ہے کہ اس سے اللہ کے حقوق میں کتنی کوتاہی ہوئی ہے اور بندوں کے حقوق میں کتنی؟ کیونکہ اسی سے حالات درست ہو سکتے ہیں اور دنیا کی طرف میلان ختم کر کے عبادت و اطاعت میں لگا جاسکتا ہے۔

۴۔ موت سے قبل مہلت حیات کو اور بیماری سے قبل تندرستی کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ جب تک آدمی تندرست ہوتا ہے کشادہ دلی اور اطمینان خاطر کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہے لیکن بیماری کی حالت میں عبادت میں گرانی محسوس ہونے لگتی ہے لیکن یاد رہے کہ اگر وہ ان عبادت کا صحت کی حالت میں عادی تھا تو بیماری کی حالت میں اس کا وہی اجر لکھا جائے گا۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جب زندہ بیمار پڑتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لئے وہی عمل لکھا جاتا ہے جسے وہ تندرستی اور اقامت کی حالت میں کیا کرتا تھا۔ (بخاری)

ایسے ہی موت کے ذریعہ انسان کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور جب انسان اور عمل کے درمیان نسبت رکاوٹ بن کر کھڑی ہو جاتی ہے تو انسان دنیا کی طرف واپس آنے کی تمنا کرنے لگتا ہے تاکہ اسے عمل کا دوبارہ موقع مل سکے لیکن اب حسرت و ندامت کے سوا چارہ نہیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ [المؤمنون/۹۹-۱۰۰] یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کر لوں، ہرگز ایسا نہیں ہوگا، یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے، ان کے پیچھے تو ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک ایک حجاب ہے۔ [

## حدیث (۴۱)

عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ابْنِ  
الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ  
هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ

(حدیث صحیح روایتاً فی کتاب الحجۃ بإسناد صحیح)

ترجمہ:

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے  
ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس  
کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔ (حدیث صحیح  
ہے کتاب الحجہ میں بہ سند صحیح ہمیں اس کی روایت ملی ہے)

فوائد و احکام:

۱۔ انسان اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی  
محبت رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے، آپ کے

دیئے ہوئے حکموں سے محبت کرے اور آپ کی روکی ہوئی چیزوں سے نفرت کرے۔

جن لوگوں کی محبت اور خواہش رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے تابع نہیں ہے وہ کئی طرح کے لوگ ہیں، ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو پوری طرح آپ کی شریعت سے بیزار ہیں ایسے لوگ کافر ہیں، دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو اپنے دل سے بیزار ہیں لیکن زبان و اعضاء سے اقرار کرتے ہیں ایسے لوگ منافق ہیں، تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو کبھی اپنی خواہش پہ چلتے ہیں اور کبھی شریعت پہ، حکموں کے اتباع میں کچھ کوتاہی کرتے ہیں اور بعض حرام کام کے مرتکب ہوتے ہیں ایسے لوگ مومن فاسق ہیں، اپنے ایمان و اتباع کی بنیاد پر مومن ہیں اور اپنی مخالفت و کفریت کی بنا پر فاسق ہیں۔

۲۔ حدیث میں خواہشات نفس کی مذمت وارد ہوئی ہے خصوصاً جب وہ شریعت کے خلاف ہوں اور واقعہ یہ ہے کہ تمام بدعات و خرافات اور تمام نافرمانیوں کی جڑ یہی ہے کہ لوگ خواہشات نفس کو کتاب و سنت پر مقدم رکھتے ہیں۔

## حدیث (۴۲)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ  
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ  
 لَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ  
 ذُنُوبُكَ عِنانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ  
 لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئاً  
 لِأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً (رواه الترمذي وقال حديث حسن  
 صحيح)

ترجمہ:

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے آدم کے بیٹے! تو جب بھی مجھ سے دعا کرتا ہے  
 اور مجھ سے امید لگاتا ہے تو تیرے ہر طرح کے عمل کے باوجود میں تجھے بخش  
 دیتا ہوں اور میں کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تیرے گناہ  
 آسمان کی بلندیوں کو پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے

بخش دوں گا۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تو میرے پاس زمین بھر غلطیاں لے کے آیا پھر مجھ سے تو نے اس حالت میں ملاقات کی کہ میرے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرتا تھا تو میں تیرے پاس زمین بھر مغفرت لے کے آؤں گا۔  
(اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح قرار دیا ہے)۔

## فوائد و احکام:

۱۔ یہ اس کتاب کی آخری حدیث ہے اور نہایت اہم اور بنیادی باتوں پر مشتمل ہے۔ اسے حسن خاتم سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔  
۲۔ اس حدیث میں مغفرت کے تین اسباب ذکر کئے گئے ہیں:

- [۱]۔ دعا و امید
- [۲]۔ استغفار
- [۳]۔ شرک سے اجتناب

[۱] دعا اور امید۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کا حکم دیا ہے اور قبولیت کا وعدہ کیا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ ﴿المؤمن ۶۰﴾ [اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا]۔ واضح رہے کہ دعا کی قبولیت کی کئی صورتیں ہیں، یا تو بعینہ مانگی ہوئی چیز مل جاتی ہے یا دعا کے مطابق کوئی مصیبت ٹل جاتی ہے یا دعا کا

اجرو ثواب آخرت کے لئے ذخیرہ کر دیا جاتا ہے۔

ایک مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا رہتا ہے، اس کی رحمتوں کا طالب اور اس کی مغفرت کی امید رکھتا ہے، کبھی مایوسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ مایوسی اور ناامیدی کفر اور دعا کی قبولیت میں رکاوٹ ہے۔

[۲] استغفار۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اللہ سے مغفرت طلب کرے۔ مغفرت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عیب کو چھپا دے اور اسے معاف کر دے۔ دنیا میں لوگوں کو اس کے گناہ کی اطلاع نہ ہونے پائے تاکہ کوئی فضیحت نہ ہو اور آخرت میں بھی معاف ہو جائے۔ اسی لئے بروز قیامت اللہ تعالیٰ مومن بندے کے ساتھ خلوت میں ہو کر اس کے گناہوں کا اعتراف کرائے گا اور پھر فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اور آج میں انھیں تیرے لئے بخش دیتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

اسی لئے اپنے گناہوں کا اعلان کرتے پھر نایا صرف کسی ایک شخص کو ہی اس کی اطلاع دینا بہت سنگین غلطی ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: میری تمام امت معافی کے قابل ہے سوائے علانیہ گناہ کرنے والے کے اور علانیہ گناہ کرنا یہ بھی ہے کہ آدمی رات کو کوئی کام کرے صبح ہونے تک اللہ نے اس کے کروت پر پردہ ڈال رکھا تھا پھر وہ خود دوسروں سے کہنے لگے: اے فلاں!



میں نے کل رات ایسے ایسے کیا حالانکہ اس کے رب نے اس کے عمل پر پردہ ڈال رکھا تھا اس نے خود اللہ کا پردہ چاک کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

نبی ﷺ بہ کثرت توبہ و استغفار کیا کرتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: اللہ کی قسم! میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ (بخاری)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں نبی ﷺ کو یہ کلمہ کہتے ہوئے سو بار شمار کرتے تھے: رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (أبو داؤد، ترمذی) [اے میرے رب مجھے بخش دے، اور میری توبہ قبول کر یقیناً تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم و کرم والا ہے]۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی کئی آیات، میں استغفار کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ محمد ۱۹ [اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں اور مومن مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے]۔

استغفار ایک تو مطلق ہے کہ بندہ ہر وقت اور ہر حال میں استغفار کرتا رہے اور دوسرا مقید ہے جو بعض اوقات و مقامات کے ساتھ مخصوص ہے جن کا ذکر ہم آئندہ سطور میں کر رہے ہیں:

(۱) فرض صلاتوں کے بعد۔ نبی ﷺ جب سلام پھیرتے تھے تو تین

باراستغفر اللہ کہتے تھے۔ (مسلم)

(۲) گناہ کے بعد۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرِ اللَّهُ لَنْ يَكُنَّ كَافِرِينَ﴾ [آل عمران ۱۳۵] جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ [

علیؑ کہتے ہیں کہ جب مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتا ہے تو اس سے قسم لیتا ہوں اگر اس نے مجھ سے قسم کھائی تو اس کی تصدیق کرتا ہوں اور مجھ سے ابو بکرؓ نے حدیث بیان کی اور آپ نے سچ فرمایا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جو مسلمان کوئی گناہ کرے پھر وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں صلاۃ پڑھے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیتا ہے۔ (یہ روایت سنن میں بہ سند جمید مروی ہے)

(۳) بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد۔ نبی ﷺ جب بیت الخلاء سے نکلتے تھے تو غفرانک پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

(۴) آخری تشہد کے بعد۔ ابو بکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ان کو کوئی ایسی دعا سکھلا دیں جسے وہ صلاۃ کے اندر پڑھا

کریں تو آپ ﷺ نے ان کو یہ دعا سکھلائی: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاعْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَاَرْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (متفق علیہ) [اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے اور صرف تو ہی گناہوں کو بخشنے والا ہے تو مجھ کو اپنے پاس سے خصوصی مغفرت اور بخشش عطا فرما اور مجھ پر رحم کر یقیناً تو بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے]۔

علیؑ کی ایک نوبل حدیث کے اندر اس طرح ہے کہ نبی ﷺ صلاۃ کے آخر میں تشہد اور سلام پھیرنے کے درمیان یہ کہا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ [اے اللہ مجھ کو بخش دے جو کچھ میں نے پہلے کیا ہے اور جو کچھ میں نے بعد میں کیا ہے اور جو کچھ میں نے چھپ کر کیا ہے اور جو کچھ میں نے علانیہ کیا ہے اور جو کچھ میں نے حد سے تجاوز کیا ہے اور جو کچھ تو میرے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو ہی آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے اور تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں]۔ (صحیح مسلم)

(۵) رکوع اور سجدہ کے اندر۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی

ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ کے اندر یہ دعا کثرت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي۔ [اے اللہ، اے ہمارے رب! میں تیری تسبیح اور تیری حمد بیان کرتا ہوں، اے اللہ! تو مجھ کو بخش دے]۔

(۶) دونوں سجدوں کے درمیان کی بیٹھک میں۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو پڑھتے: رَبِّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاجْبُرْنِي وَارْفَعْنِي وَارْزُقْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي (ابوداؤد) [اے میرے رب مجھے بخش دے، اور مجھ پر رحم فرما، اور مجھے غنی کر دے اور مجھے بلندی نصیب کر، اور مجھے رزق سے نواز اور مجھے ہدایت دے اور مجھے عافیت عطا فرما]۔

(۷) بوقت سحر۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے مومن بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ﴾ آل عمران / ۱۷ [اور وہ رات کے پچھلے پہر استغفار کرتے ہیں]۔ نیز ارشاد ہے: ﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ الذاریات / ۱۸ [اور وہ وقت سحر استغفار کیا کرتے تھے]۔

حدیث میں بالکل صحیح سند سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری تیسرے پہر آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے: کیا ہے کوئی سائل جسے میں عطا کروں؟ کیا ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا میں قبول

کروں؟ کیا ہے کوئی استغفار کرنے والا جس کی میں مغفرت کروں؟ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (متفق علیہ)

استغفار کے لئے سب سے شاندار الفاظ وہ ہیں جنہیں حدیث میں سید الاستغفار کا نام دیا گیا ہے اور جس کے الفاظ اس طرح ہیں: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لِاِلهٍ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَاَوْعَدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (ترجمہ: اے اللہ تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور وعدے پر (قائم) ہوں جس قدر طاقت رکھتا ہوں۔ میں نے جو کچھ کیا ان کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اپنے آپ پر تیری نعمت کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا)

سید الاستغفار کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی بندہ یقین کے ساتھ اسے صبح میں پڑھ لے اور شام ہونے سے پہلے اسی دن اس کی موت ہو جائے تو جنت میں داخل ہوگا اور اگر یقین کے ساتھ یہ دعوات میں پڑھ لے اور صبح ہونے سے پہلے مر جائے تو جنت میں داخل ہوگا۔ (بخاری)

واضح رہے کہ زبانی طور پر استغفار کے کلمات دہراتے رہنا اور گناہ

پراصرار کئے جانا قطعاً سود مند نہیں اسے صرف ایک دعا کی حیثیت حاصل ہوگی اللہ چاہے تو قبول کرے ورنہ رد کر دے۔ فائدہ مند استغفار وہ ہے جس میں دل و زبان کی موافقت ہو، اپنے کئے پر شرمندگی ہو اور دوبارہ گناہ کی طرف نہ پلٹنے کا پختہ عزم ہو۔

[۳] شرک سے اجتناب: حدیث میں شرک سے اجتناب کو مغفرت کا تیسرا سبب قرار دیا گیا ہے۔ درحقیقت شرک سے اجتناب اور توحید کا اختیار مغفرت کی اساس اور اس کا سب سے بڑا سبب ہے، جس کے پاس توحید نہیں اس کی مغفرت نہیں اور جس کے پاس توحید ہے اس کے لئے جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ یقینی ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ النساء/۴۸، ۱۱۶ [یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے]۔

جو شخص کلمہ توحید کا پورا پابند تھا اور جس نے اپنے دل سے غیر اللہ کی محبت و تعظیم، ہیبت و جلال، خوف و خشیت، توکل و اعتماد، اور امید و بیم نکال باہر کی اس کے گناہ جل اٹھیں گے خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نیکیوں میں بدل جائیں۔

شرک ایسا منحوس اور خطرناک عمل ہے جس کے ہوتے ہوئے انسان

کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ شرک اس روئے زمین پر کئے جانے والے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ شرک کرنے والے انسان پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ شرک کیا ہے؟ حدیث (۲۹) میں بیان کیا جا چکا ہے۔ شرک کی مذمت میں بے شمار آیات و احادیث ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی توحید پر ثابت قدم رکھے اور شرک سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین  
وصلی اللہ علی نبینا وسلم